حصہ اول

رسالہ

الاقتصاد فی مسایل الجہاد

جسکو

ابوسعید محمد حسین لاہوری اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ نے

تالیف کیا

مختلف فرقہ ہائے اہل اسلام کے خواص و عوام نے

پسند کیا

اور

پنجاب کے نامور و ہر دلعزیز لفٹنٹ گورنر سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر کی سی ایس آئی وغیرہ وغیرہ نے اپنے نام نامی سے اسکا

ڈیڈیکیٹ ہونا منظور فرمایا

اور

اسمین مسئلہ جہاد کی ایسی تحقیق و تشریح ہوئی ہے جسکی نظیر اسوقت تک کسی کتاب

مین جو اس باب مین تالیف و مطبوع ہو چکی ہین پائی نہین گئی

وکٹوریہ پریس مین چھپا

ناشر: مکتبہ الجمال چک 12/14 تحصیل خانیوال۔ ڈاکخانہ جہانیاں منڈی، ضلع ملتان

حصہ اول

رسالہ

الاقتصاد فی مسائل الجہاد

جسکو

ابو سعید محمد حسین لاہوری ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ نے

تالیف کیا

اور

مختلف فرقے اہل اسلام کے خواص و عوام نے

پسند کیا

اور

پنجاب کے نامور و مشہور لفٹنٹ گورنر سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر کے سی ایس آئی نے اپنے نام نامی سے اسکا

ڈیڈیکیٹ ہونا منظور فرمایا

اور

اسمیں مسئلہ جہاد کی ایسی تحقیق و تنقیح ہوئی ہے جسکی نظیر اس وقت تک کسی کتاب

میں جو اس باب میں تالیف و مطبوع ہو چکی ہیں پائی نہیں گئی

وکٹوریہ پریس میں چھپا

ناشر: مکتبہ الجمال چک ۱۰۱ تحصیل خانیوال ڈاکخانہ جہانیاں منڈی ضلع ملتان

التماس

ناظرین ہ تمکین سے بجو اصل اصول مسایل رسالہ "اقتصاد" کی نسبت بجواب استشہاد مندرجہ ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۲ مشتہرہ نومبر ۱۸۷۶ء توافق رائے ظاہر فرما چکے ہین اب اسکے تفصیلی مسایل اور اسکے دلایل کی نسبت اپنا توافق رائے ظاہر کرین اور اپنے نام نامی بخط واضح پوری تفصیل مقام خطاب و عہدہ سے تحریر مین لاکر ہمارے پاس بھیجدین ہم ان نامون کو بشمول رسالہ اقتصاد دیا بذریعہ اشاعۃ السنۃ گورنمنٹ مین پیش کرینگے اور سلطنت انگلشیہ کی نسبت انکی وفاداری و اطاعت شعاری کو خوب شہرت دینگے

اور جنکو اس رسالہ کے کسی مسئلہ یا دلیل کی نسبت کوئی علمی یا مذہبی اعتراض ہو وہ اپنے اعتراض سے مؤلف کو آگاہ کرین ان کے اعتراض کا جواب جسطرح وہ چاہین (خفیۃً خواہ علانیۃً) دیا جاویگا اور ان کے نام کا ہرگز کہین ذکر نہوگا۔

واللہ علی ذلک شہید وکفی باللہ شہیدا وکفی باللہ وکیلا

حصہ اوّل

الاقتصاد فی مسایل الجہاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الہادی من استہداہ الواقی من اتقاہ والصلوۃ والسلام

خدا کا شکر ہے جو طالبان ہدایت کو راہ دکھاتا ہے اور پرہیزگارون کو عذاب سے بچاتا ہے اور

علی رسولہ الذی خصہ بالحنیفیۃ السمحۃ من بین جمیع من بناہ و

اُسکے رسول پر اُسکی رحمت و سلام ہو جسکو اُسنے اپنے تمام رسولون سے یکسو و آسان دین سے ممتاز

علی آلہ و اصحابہ الذین کمل اللہ بہم امر رشدہ و ہداہ ٭

فرمایا اور آپ کے آل و اصحاب پر جنکے ذریعہ سے خدا نے اپنے ارشاد و ہدایت کو کامل کیا ٭

اما بعد یہ رسالہ الاقتصاد فی مسایل الجہاد مینے دو غرضین پیش نظر رکھکر تالیف

کیا ہے - اوّل یہ کہ تا واقف اہل اسلام جہاد کے متعلق مسایل و شروط اسلام

سے واقف ہون اور اقوام غیر سے جنگ کرنے کو صرف اس نظر سے کہ وہ مخالف

اسلام ہین شرعی جہاد سمجھکر اسمین شامل ہونے کو دین نہ سمجھ لین - جبتک کہ اس

ندکرین اوراس تحقیق شرایط و علم مسایل کے ذریعہ سے وہ ہمیشہ بلوے و فساد سے بچے رہین نہ اپنے جان و مال کو بے موقع تلف کرین نہ اور لوگون کی ناحق خونریزی کرین - دوسری غرض یہ کہ اقوام غیر اور گورنمنٹ جنکے ظل حمایت مین اہل اسلام ہندآباد مین اہل اسلام کی نسبت یہہ گمان نہ کرین کہ صرف مذہبی مخالفت کی نظر سے اقوام غیر کے ساتھ لڑنا اور اُن کے جان و مال سے تعرض کرنا اور لوگون کو جبراً مسلمان بنانا اور زور شمشیر سے اسلام پھیلانا ان کے مذہب اسلام کی ہدایت سے ہے ان دو غرضون کا نتیجہ یہہ ایک غرض ہے کہ حاکم و محکوم اور عام رعایا اور خاص اہل اسلام مین رابطہ اتحاد* پیدا ہو اور ملک مین ہمیشہ امن و امان قایم ہے ✣

یہ رسالہ مینے سنہ ۱۸۶۷ء مین تالیف کیا اور اسمین علماء اسلام کی رائین لینے اور اُن کا توافق راے حاصل کرنے کے لئے لاہور سے عظیم آباد پٹنہ تک سفر کیا اور اکابر علماء مختلف فرقہ ہاے اسلام کو یہ رسالہ حرف بحرف سُنا کر اُنکا توافق راے حاصل کیا اور بعض بلاد ہندوستان و پنجاب مین (جہان راقم خود نہین جاسکا) اس رسالہ کی متعدد کاپیان بھیجکر ان بلاد کے اکابر علماء کا اتفاق راے حاصل کیا پھر سنہ ۱۸۷۹ء مین اس رسالہ کے اصل اصول مسایل کو بضمن ضمیمہ نمبر ۱۱ جلد ۲ رسالہ اشاعة السنة بعنوان استشہاد عام لوگون مین

جسپر بہت سے مواضع ہندوستان و پنجاب کے (جہان وہ ضمیمہ پہونچا) صدہا
عوام و خواص نے اُن مسایل کی نسبت اپنا اتفاق رائے ظاہر کیا اور اصل رسالہ
"اقتصاد" کی طبع و اشاعت کی نسبت کمال شوق ظاہر فرمایا ان کے اس شوق کو
بڑہانے اور عام ناواقفون کے خیال مین ان مسایل کی خوبی جمانے کی نظر سے
مین اس رسالہ کی طبع و اشاعت کو معرض التوا مین ڈالتا گیا اس اثنا مین ان
مسایل کا استحسان بخوبی ہوگیا اور برادران اہل اسلام کا شوق طبع رسالہ بھی اپنی
حد کمال کو پہونچا اسلئے مین اب اس رسالہ کی اشاعت کو مناسب سمجھتا ہون -
قبل بیان شروط و مسایل جہاد ایک تمہید کا بیان ضروری ہے -

وہ تمہید یہ ہے

جہاد (جو اسلام و مسلمانون مین ایک رکن عظیم مانا جاتا ہے) دو قسم ہے
ملکی و مذہبی ملکی٭ جہاد (جسکو ملکی لڑائی بھی کہا جاتا ہے) کے اصول و اغراض
اہل اسلام کے نزدیک بھی وہی مقرر و مسلم ہین جو ہر ایک صاحب شوکت قوم یا
ریاست یا سلطنت مین تسلیم کئے جاتے ہین یعنے اپنا (یا اپون کہو کر اپنی قوم کا)

٭ ملکی وہ جہاد ہے جس سے ملک گیری مقصود ہو۔ مذہب مخالفین سے اسکو کوئی تعلق نہو
وہ مسلمانون سے بھی ویسا ہی کیا جاتا ہے جیسا کہ مخالفین اسلام سے۔ مذہبی جہاد وہ
ہے جس مین مذہب اسلام کا تحفظ مد نظر ہو اور وہ ان لوگون سے کیا جاتا ہے جو

بول بالا چاہنا اور دوسرون کو اپنے ماتحت کرنا اور اس ذریعہ سے عامہ خلایق مین حفظ و امن قایم کرنا اس جہاد (یا لڑائی) مین فریق مقابل کے مذہب کا ہرگز لحاظ نہین ہوتا جو لوگ ذی شوکت اہل اسلام کی اطاعت سے خارج ہون (مسلمان ہون خواہ اقوام غیر) اُن سے وہ لڑتے ہین چنانچہ عام اہل شوکت اپنے باغیون اور مخالفین سلطنت سے لڑتے ہین اور اپنی قومی جمعیت اور سلطنت قایم کرتے ہین اسی نظر سے اس جہاد کو ملکی لڑائی کہا جاتا ہے ۔

ان اصول کی تسلیم و عدم تسلیم مین مسلمانون اور اقوام غیر مین کچھ فرق نہین ہے ہان فرق ہے تو اسقدر ہے کہ اور لوگ ان اصول و اغراض کو دنیاوی سمجھتے ہین ۔ مسلمان لینے اور امور دنیاوی (کھانے پینے خریدنے اور فروخت کرنے) کی طرح ان اصول کو بھی داخل دین اور موجب ثواب سمجھتے ہین اور ان کے مذہب مین ان اصول کے قائم رکھنے اور ان اغراض کے پورا کرنیکی بابت بھی ویسی ہی ہدایتین آچکی ہین جیسے کہ ان کے اور مذہبی اور دنیاوی امور کی بابت ہدایتین آچکی ہین +

مذہبی جہاد (یا لڑائی) کے اصول و اغراض حفظ و حمایت اسلام اور مدافعت ضرر مخالفین اسلام ہے یہ ان مخالفین اسلام سے کیا جاتا ہے جو مذہب اسلام کے مزاحم ہون مسلمانون کو مذہبی لحاظ سے ستاوین انکی مذہبی آزادی مین دست اندازی

مذہب والون سے جابرانہ مزاحمت کرنا (کسیکو زبردستی مسلمان کرنا یا انکو پہلے مذہب کی سزا دینا مار ڈالنا یا لوٹ لینا) مدنظر و اصل مقصود نہین ہوتا۔

ان دونو قسم کے جہاد کے لئے مذہب اسلام مین ایسے شروط و مواقع مقرر ہین جنسے سر مو بھی تجاوز کرنے سے جہاد (ملکی ہو خواہ مذہبی) جہاد نہین رہتا بلکہ فتنہ و فساد کہلاتا ہے +

ہم اس مقام مین ملکی جہاد کے شروط و مسایل سے تعرض کرنا نہین چاہتے اور نہ اسکی چندان ضرورت دیکھتے ہین صرف مذہبی جہاد کے احکام و شرائط معہ ان کے نتایج کے بضمن چند مسائل بیان کرتے ہین۔ کیونکہ ایمین ناواقف مسلمان اکثر احکام اسلام کا خلاف کرتے ہین اور اسی مین ناواقف اقوام اصل اسلام و مسلمانون پر بدظنی کرتے ہین +

پہلا مسئلہ

مذہبی جہاد اصول مقاصد اور اصلی مطالب خدا و ندی سے نہین ہی جو مخلوق کے پیدا کرنے اور انبیاء کے بھیجنے سے منظور الٰہی ہین بلکہ اصل مقصود پیدائش مخلوق و بعثت رسولون سے خدا کی عبادت و ذکر ہے جہاد صرف اس عبادت و ذکر کو قایم رکھنے کا ذریعہ ہے۔ حق تعالی نے فرمایا ہے مینے جنون اور آدمیون کو کسی کام کے لئے بجز اپنی عبادت کے پیدا نہین کیا

لیعبدون (ذاریات ع ۳)
وما امروا الا لیعبدوا الله مخلصین
له الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰة
ویوتوا الزکوٰة (بنیة ع ۱)
الذی خلق الموت والحیوة لیبلوکم
ایکم احسن عملاً ط (ملك ع ۱)
وفسّر السنة ان افضل الاعمال و
احبها الی الله العبادة والذکر۔ فعن
بن مسعود رض قال سالت النبی صلے
الله علیه وسلم ای الاعمال احب الی
الله قال الصلوٰة لوقتها قلت ثم ای
قال بر الوالدین قلت ثم ای قال الجهاد
فی سبیل الله رواه الشیخان (مشکوٰة ص)
وعن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلعم
الا انبئکم بخیر الاعمال وازکاها عند ملیککم

کچھ حکم نہین ہوا کہ وہ خدا کی خالص عبادت
کرین اور نماز قایم کرین اور زکوٰة
دین *
اور فرمایا خدا نے تمکو اسلیئے پیدا کیا اور
مارتا ہے کہ تم مین سے نیکوکار معلوم ہون
آنحضرت صلعم نے اسکی تفسیر مین فرمایا ہی
کہ سب کامون سے افضل خدا کی عبادت و
ذکر ہے۔ ابن مسعودؓ نے آپ سے پوچھا
کہ خدا کو سب عملون سی زیادہ پیارا کونسا
عمل ہے تو آپ نے فرمایا کہ نماز اپنے
وقت پر کھا پھر کون سا عمل آپ نے فرمایا
ماباپ سے نیکی کرنا کہا اسکے بعد کونسا
عمل آپ نے فرمایا خدا کی راہ مین جہاد*
کرنا۔ ابو درداء نے روایت کیا ہی کہ
آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مین تمکو سب عملون سے

* اس حدیث مین آنحضرت صلعم نے جہاد کو (جو بلا شروط مقررہ جایز ہی نہین) وقت پر

وارفعها في درجاتكم وخير لكم من
انفاق الذهب والفضة وخير لكم
من ان تلقوا عدوكم فتضربوا اعناقهم
ويضربوا اعناقكم قالوا بلى قال
ذكر الله رواه مالك واحمد والترمذي
(مشكوة صـ ۱۹۰)

وعن ابي سعيد الخدري ان رسول الله
صلے الله عليه وسلم سئل اي الاعمال
افضل وارفع درجة عند الله يوم
القيمة قال الذاكرون الله كثيرا والذاكرات
قيل يا رسول الله ومن الغازي في
سبيل الله قال لو ضرب بسيفه في الكفار
والمشركين حتى تنكسر ويختضب دما فان
الذاكر لله افضل منه درجة رواه
احمد والترمذي (مشكوة صـ ۱۹۰)

بہتر اور خدا کی نزدیک پاکیزہ تر اور درجات
مین سب سے برتر اور چاندی سونا خرچ کرنے
اور دشمن سے* لڑکر اسکی گردن کاٹنی اور
اپنی کٹوانے سے بہتر نہ بتاؤن لوگون
نے عرض کیا کیون نہین بتائیے آپ نے
فرمایا وہ خدا کا ذکر ہے۔

ابوسعید خدری نے روایت کیا ہے کہ
آنحضرت صلعم سے کسی نے سب عملون سے افضل
اور درجہ مین بالاتر عمل کا سوال کیا تو آپ نے
ذکر کرنیوالون کا حال بیان فرمایا سایل
نے پوچھا کہ وہ خدا کی راہ مین لڑنیوالون سے
بھی بہتر ہے آپ نے فرمایا ہان اگرچہ
لڑنے والا مشرکین پر تلوار توڑ دے* اور
خون مین رنگا جائے تو بھی ذکر والا
اس سے افضل ہے۔

* ان ہی شرطون سے جو جہاد کے لئے مقرر ہین - بلا وجود شرائط کبھی جہاد شرعی نہین

وعن معاذ قال قال رسول اللہ صلعم
یا معاذ هل تدری ما حق اللہ علی
عبادہ وما حق العباد علی اللہ قلت اللہ
ورسولہ اعلم قال فان حق اللہ علی العباد
ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا وحق
العباد علی اللہ ان لا یعذب من لا یشرک
بہ شیئا۔ رواہ الشیخان ۔ (مشکوۃ صـ)

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم
من آمن باللہ ورسولہ واقام الصلوۃ
وصام رمضان کان حقا علی اللہ ان
یدخلہ الجنۃ جاہد فی سبیل اللہ
او جلس فی ارضہ التی ولد فیہا قالوا
افلا نبشر بہ الناس قال ان فی الجنۃ
مائۃ درجۃ اعدہا اللہ للمجاہدین الخ
رواہ البخاری ۔ (مشکوۃ صـ ۳۲۱)

معاذ بن جبل سے آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ
کیا تو جانتا ہے خدا کا حق بندون پر کیا ہے
اور بندون کا حق خدا پر کیا ہے انہون نے
عرض کیا کہ خدا اور رسول صلعم خوب جانتے
ہین آپ نے فرمایا خدا کا حق بندون پر
یہ ہے کہ وہ اسکی عبادت کرین اور کسیکو
اسکا شریک نہ بناوین اور بندون کا
حق خدا پر یہہ ہے کہ پھر وہ انکو عذاب
نکرے ۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی خدا اور رسول پر
ایمان لایا اور نماز روزہ کو اُسنے ادا کیا
اسکا خدا پر حق ہو چکا کہ اسے بہشت مین
داخل کرے خواہ وہ خدا کی راہ مین لڑا
ہو خواہ اسی جگہ بیٹھ رہا ہو جہان وہ پیدا
ہوا لوگون نے عرض کیا کہ یہ خوشخبری
ہم لوگون مین بنا دین آپ نے فرمایا بہشت مین سو درجہ ہین جو مجاہدین کے لئے تیار

اس فقرہ اخیر حدیث ابوہریرہ مین جو مجاہدین کے لئے بشارت وارد ہے ایسا ہی جو اور روایات مین جہاد پر اجر و ثواب اور ترک جہاد پر ناخوشی اور وعید عذاب وارد ہے ہمارے مسئلہ اوّل کے مخالف نہین کیونکہ یہہ اسی صورت مین ہے کہ عبادت و ذکر سے مسلمان روکے جائین اور جہاد کی ضرورت آپڑے چنانچہ مسئلہ دوم مین اسکی خوب تشریح ہوگی +

نتیجہ مسئلہ اولے

اس مسئلہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام و ایمان کا کمال اور مسلمانون کی نجات جہاد پر موقوف و منحصر نہین مسلمانون کو اگر دین سے روک نہو تو صرف عبادت سے ان کی نجات و کمال ایمان متصور ہے - لہذا اقوام غیر کا مسلمانون کی نسبت یہ گمان کہ جوان مین پکا اور مذہب کا سچا ہوگا وہ اپنے مخالفین مذہب سے جہاد کرنے کا ضرور ارادہ رکھتا ہوگا - محض غلط و بہتان ہے جو مذہب اسلام سے ناواقفی پر مبنی ہے +

دوسرا مسئلہ

مذہبی جہاد نہ اس غرض سے مشروع ہے کہ کافرون* کو دنیا مین کفر کی سزا دین

* کافر معنی منکر ہے - اور یہ لفظ اس معنی کر نسبتی اور ایسا وسیع ہے کہ ہر ایک فرقہ کو بھی خواہ کسی کے جس سے وہ منکر ہو کافر کہا جاسکتا ہے - حتی کہ مسلمان خود اپنے آپ کو دوسرے مذاہب کا کافر یعنی منکر کہتے ہیں - حضرت ابراہیم اور انکے اصحاب نے اپنے مخالفون کو کہا تھی کہ ہم تمہارے کافر یعنی منکر ہین

اور نہ اس غرض سے ہے کہ ان کو جبراً مسلمان کرین اس جہاد سے غرض جو
خدا و رسول کی کلام سے سمجھ مین آتی ہے یہ ہے کہ مسلمانون کو مخالفین مذہب
کی مزاحمت بیجا سے بچاوین (خدا کی عبادت کا جو مخلوق کی پیدائش اور رسولون
کی بعثت سے مقصود خداوندی ہے) راستہ صاف کرین۔ اور اس راستہ
سے روکنے والون کو راستہ سے ہٹاوین حق تعالیٰ نے فرمایا ہے خدا کی راہ

وقاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم
ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین
(بقر ع ۲۴)
قالوا وما لنا ان لا نقاتل فی سبیل الله
وقد اخرجنا من دیارنا وابنائنا
(بقر ع ۳۲)

مین ان لوگون سے لڑو جو تم سے
لڑتے ہین اور اس سے آگے نہ بڑھو
خدا حد سے بڑھنے والون کو دوست
نہین رکھتا۔
اور قوم شموئیل سے نقل فرمایا ہے کہ انہون نے اپنے
نبی کو کہا ہم خدا کی راہ مین کیون نہ لڑینگے

* ایسا ہی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین کہا ہے کہ جہاد سے مقصود نہ صرف امتحان مکلفین ہے بلکہ

المقصود منه (ای الجهاد) لیس مجرد ابتلاء
المکلفین بل اعزاز الدین ودفع شر الکفار
عن المومنین بدلیل قوله تعالی وقاتلوهم
حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کله لله۔
(فتح القدیر [illegible] ۶۹۳ [illegible])

دین کو (یعنے اہل اسلام کو) عزت دینا اور مسلمانون
کفار کی تکلیف سے بچانا بھی مقصود ہے یہ
خدا تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے کہ تم کفار سے یہانتک
سے لڑو تاکہ مسلمانون کو تکلیف نہو اور دین سب
[illegible]

وما لكم لا تقاتلون في سبيل الله
والمستضعفين من الرجال والولدان
الذين يقولون ربنا اخرجنا من هذه
القرية الظالم اهلها (نساء ع ۱۰)
ودوا لو تكفرون كما كفروا فتكونون
سواءً فلا تتخذوا منهم اولياء حتى
يهاجروا في سبيل الله فان تولوا فخذوهم
واقتلوهم حيث وجدتموهم ولا تتخذوا
منهم ولياً ولا نصيراً الا الذين يصلون
الى قوم بينكم وبينهم ميثاق او جاؤكم
حصرت صدورهم ان يقاتلوكم او
يقاتلوا قومهم ولو شاء الله لسلطهم
عليكم فلقاتلوكم فان اعتزلوكم فلم
يقاتلوكم والقوا اليكم السلم فما جعل الله
لكم عليهم سبيلا (نساء ع ۱۲)
الا تفعلوه تكن فتنة في الارض وفساد

جب ہم اپنے گھروں اور اولاد سے نکالے گئے
ہیں اور مسلمانوں کو مخاطب ہوکر خود فرمایا تمکو
کیا ہوا ہے تم خدا کی راہ میں اور عاجز
لوگوں اور بچوں کے لئے جو کہتے ہیں خدایا
ہمکو اس ظالموں کی بستی سے نکال نہیں لڑتے
اور فرمایا مکہ اور اسکے اطراف کے کافر چاہتے
ہیں تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ پس ایک جیسے
ہو رہو۔ تم انکو دوست نہ بناؤ جبتک وہ خدا
کی راہ میں وطن نہ چھوڑیں یہ لوگ (تمہارے
دشمن) تمہاری دوستی سے منہ پھیریں تو
انکو پکڑو اور جہاں پاؤ مارو بجز ان کے جو تمہارے
عہد پیمان والوں سے جا ملیں یا وہ تم سے اور تمہارے
دشمنوں دونوں سے لڑنیکو پسند نکریں۔ خدا چاہتا
تو انکو تم پر مسلط کرتا اور وہ تم سے لڑتے اب جو وہ تم سے
کنارہ گزین ہیں اور تم سے نہیں لڑتے اور صلح کا پیام
دیتے ہیں تو خدا نے تمکو انکا راستہ نہیں دیا۔ اور

ان الله یدافع عن الذین امنوا ان الله
لا یحب کل خوان کفور - اذن للذین
یقاتلون بانهم ظلموا وان الله علی
نصرهم لقدیر الذین اخرجوا من
دیارهم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا
الله ولولا دفع الله الناس بعضهم
ببعض لهدمت صوامع وبیع وصلوات
ومساجد یذکر فیها اسم الله کثیرا ط
(الحج ع ۶)

والذین اذا اصابهم البغی هم ینتصرون
وجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا
واصلح فاجره علی الله انه لا یحب
الظالمین (شوری ع ۴)

اور فرمایا خدا مسلمانون سے ایذا کو روکتا ہے
وہ ناشکر خائنون کو پسند نہین کرتا جن سے
ظالم لوگ لڑتے ہین انکو مظلوم ہونیکے سبب
لڑنے کی اجازت ہے خدا انکی مدد پر قادر ہے
وہ لوگ جو اپنے گھرون سے ناحق نکالے گئے ہین
اسی بات کے سبب کہ انہون نے کہا کہ ہمارا رب
اللہ ہے - اور اگر خدا لوگون کو ایکدوسرے
سے نہ بچاوے تو گرجے* (عیسائیون کے چرچ)
یہودیون کے عبادتخانے اور مسلمانون کی
مسجدین جنمین خدا کا نام لیا جاتا ہے سبھی
ڈھائی جاوین اور خدا اپنے نیک بندون کی تعریف
مین فرماتا ہے جب انپر کوئی سرکشی کرتا ہے تو وہ اُسے
بدلہ لیتے ہین اور برائی کا بدلہ اسکے برابر ہے جو معاف

* اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ مذہبی جہاد سے نہ صرف مسلمانون اور انکی مسجدون کی حفاظت
مقصود خداوندی ہے - بلکہ عیسائیون اور یہودیون اور انکے عبادت خانون کی حفاظت بھی
مقصود خداوندی تھا اور اسی غرض و مقصود سے یہودیون نے بھی مذہبی جہاد کیا تھا - اور جو مذہبی
لڑائی اوریشلم (بیت المقدس) مین ہوئی تھی اُسمین عیسائی بھی جہادی تھا [illegible]

[illegible]

لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی
الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان
تبروھم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب
المقسطین انما ینہاکم اللہ عن الذین
قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم
وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم و
من یتولہم فاولئک ہم الظالمون ۔
(الممتحنہ ۶ ۲)

کرے اور سنوارے اسکا اجر خدا پر ہے
خدا ظالمون سے خوش نہین ہے اور
فرمایا خدا تمکو ان لوگون سے سلوک و
احسان کرنے سے مانع نہین جو تم سے
دین کے سبب نہین لڑے اور تم کو
تمہارے گہرون سے نہین نکالا خدا
انصاف والون سے خوش ہے تم کو
انہی لوگون کے ساتھ سلوک اور دوستی
سے خدا روکتا ہے جو تم سے دین کے سبب لڑتے ہین اور تمہارے دشمنون کو
تم پر مدد دے چکے ہین جو ان کو دوست سمجہین گے وہ ظالم ہین ❊

ان آیات مین صاف صاف بیان ہوا ہے کہ یہہ جہاد اسی غرض سے مشروع
ہوا ہے کہ مسلمان آزادی سے خدا کی عبادت کرین اور ان کے مخالف انکو
عبادت وغیرہ شعایر اسلام سے نہ روکین اور وہ انہی لوگون سے مخصوص
ہے جو مسلمانون سے لڑین اور ان کے مذہب مین دست اندازی کرین ❊
اس امر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور بہی تشریح سے
بیان کیا ہے اور ان لوگون کو مذہبی جہاد و قتل سے مستثنے کر دیا ہے

اندیشہ نہین ہے ۔

از انجملہ اقوام غیر کی مستورات ہین جو لڑائی مین شریک و معاون نہون اور کسی کے مذہب سے تعرض نکرین ۔

از انجملہ ان کے بڈہے لوگ ہین جنکو لڑنے یا لڑانے سے بحث نہو ۔

از انجملہ چرچون کے گوشہ نشین لوگ جنکو اپنے ذکر و شغل سے مطلب ہو نہ کسی کے مذہب سے

از انجملہ قلی لوگ جنکو اپنی مزدوری سے کام ہوتا ہے نہ کہ کفر یا اسلام سے

از انجملہ وہ لڑکے جو لڑائی کے لائق نہین ہوتے باوجودیکہ وہ کفر کے عقاید رکھتے ہین چنانچہ حضرت رباح (یا رباح) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک لڑائی مین ایک عورت کو مقتول پایا تو یہ ارشاد فرمایا کہ یہہ تو لڑائی نکرتے تھے (یعنے اسکو کیون مارا) اس لڑائی مین کمان افسر خالد بن ولید تھے ان کو حکم دیدیا کہ نہ کسی عورت کو مارین نہ کسی مزدور کو ایسا ہی حضرت ابن عمر سے مروی ہے اور حضرت انس سے روایت ہے کہ

فعن الرباح بن الربیع قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی غزوۃ فرای الناس مجتمعین علی شیٔ فبعث رجلاً فقال انظر ما اجتمع ہولاء فجاء فقال علی امرأۃ قتیل فقال ما کانت ہذہ تقاتل قال وعلی المقدمۃ خالد بن

تقتلن امرأة ولا عسيفاً (رواه ابوداود
ص ۶ ج ۲ وابن ماجه ط۲۱)
وعن ابن عمر قال وجدت امرأة مقتولة
في بعض مغازي النبي صلى الله عليه و
آله وسلم فنهى عن قتل النساء والصبيان
(رواه البخاري ص۴۲۳ ومسلم ص۸۳ ج۲)
وعن انسؓ ان رسول الله صلعم قال
انطلقوا بسم الله وبالله وعلى ملة رسول
الله ولا تقتلوا شيخاً فانياً ولا طفلاً
صغيراً ولا امرأة الحديث (رواه ابوداؤد
ص۵ ج۱) - وعن بريدة كان رسول الله
صلعم اذا امر اميراً قال له لا تقتلوا
وليداً الحديث (رواه مسلم ص۸۲ ج۲)
وعن ابن عباس ان النبي صلعم قال لا تقتلوا
الولدان ولا اصحاب الصوامع (رواه
احمد كذا في الدراري والنيل) وقد

ارشاد فرمایا کہ نہ بہت بڈھے کو (یعنے
جو لڑائی کے کام کا نہ رہا ہو) مار لو نہ
لڑکے کو نہ عورت کو ایسا ہی ہر ایک
کمان افسر کو حکم دیتے جب اسکو لڑائی
میں بھیجتے چنانچہ بریدہ نے آپ سے
روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ
نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ بچوں کو
مارو نہ ان لوگوں کو جو صومعون
(گرجون) میں بیٹھتے ہیں۔ یہی وجہ
ہے کہ جب آپ کسی قوم پر چڑھائی کرتے
تو وقت صبح کے منتظر رہتے۔ پھر
جب وہاں سے اذان صبح کی آواز
سنتے تو ان پر حملہ کرنے سے رک جاتے
یہ حضرت انسؓ نے آنحضرت صلعم سے
روایت کیا ہے اور حضرت عصام مزنی

احداً من اہل قریة یری فیہا مسجد
او یسمع منہا صوت اذان۔ فعن انس
ان النبی صلعم کان اذا غزی بنا قوماً
لم یکن یغیر بنا حتی یصبح و ینظر فان
سمع اذاناً کف عنہم الحدیث رواہ
البخاری ص۸۶) وعن عصام المزنی
قال بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم فی سریة فقال اذا رأیتم
مسجداً او سمعتم مؤذناً فلا
تقتلوا احداً۔ (رواہ ابوداؤد ص۳۵۳
والترمذی ص۲۰)

ایک لڑائی مین بھیجا تو ان کو بھی یہی ارشاد
کر دیا کہ جہان تم کوئی مسجد دیکھو یا اذان
کی آواز سنو وہان کسی کو نہ مارو (یعنے
وہان کافر بھی رہتے ہون تو ان کو نہ مارو
کیونکہ وہ مسلمانون کو مسجد بنانے اور
اذان کہنے سے مانع نہین تو بلحاظ
مذہب قتل کے مستحق نہین)۔

ان اقوال نبوی سے مطلب آیات قرآنیہ
کی جو ہمنے بیان کیا ہے خوب تشریح ہوئی
اور یہہ بات ثابت ہوگئی کہ مذہبی جہاد
مسلمانون سے مذہبی روک ٹوک ہٹانیکو
ہے نہ کافرون کو دنیا مین سزائے کفر پہنچانے کو۔ یہ ہوتا تو حکم قتل وجہاد لڑنے والے
کفار سے مخصوص نہوتا۔ سبہی کافرون (بڈھون۔ عورتون۔ قلیون۔ نابالغ بچون
خانہ نشینون۔ مسجدون اور اذانون سے تعرض نہ کرنے والون) کو قتل کرنیکا
حکم ہوتا۔ علی الخصوص راہبون اور چرچ والون کو جو مذہب عیسائی کے لیڈر ہین۔
اب رہا ثبوت اس امر کا کہ یہ جہاد کافرون کو جبراً مسلمان بنانے اور زبردستی

افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین ۔(یونس ع ۱۰۶)
لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغي ۔
(البقر ع ۳۴۶)

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کیا تو لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا چاہتا ہے ۔ اور فرمایا دین میں زبردستی نہیں ہے ۔ ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ان آیات کے بیان شان نزول میں فرمایا ہے کہ انصار میں کوئی

روی ابن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کانت المرءۃ تکون مقلاۃ فتجعل علی نفسہا ان عاش لہا ولد ان تہودہ فلما اجلیت بنو النضیر کان فیہم من ابناء الانصار فقالوا لا ندع ابناءنا فانزل اللہ عزوجل لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (رواہ ابوداؤد ۔ دفتح) زاد فی المعالم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد خیر اصحابکم فان اختاروکم فہم منکم وان اختاروہم فاجلوہم معہم

عورت لاولد ہوتی تو وہ یہہ منت مانتی کہ اگر میرا بچہ زندہ رہا تو میں اسکو یہودی بناؤں گی ۔ پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود بنی نضیر کو (جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ستاتے) اطراف مدینہ سے جلاوطن کرنا چاہا تھا تو ان بچوں کی نسبت یہودیوں اور انکے وارثوں انصار کا جھگڑا ہوا ۔ انصار نے یہ دعوے کیا کہ یہہ ہماری اولاد ہیں ہم ان کو جانے نہ دیں گے اسپر یہہ آیات نازل ہوئیں یہ ابوداؤد کی

فی الیہود من الاوس فلما امر النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باجلاء
بنی النضیر قال الذین کانوا استرضعین
فیہم لنذهبن معہم ولندینن بدینہم
فمنعوهم اهلوهم فنزلت لا اکراہ
فی الدین الخ (معالم ص۱۲۲)

کہ اس موقع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ و
آلہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگون کو اختیار
ملگیا ہے یہ تمکو پسند کرین تو تم مین سے
ہین۔ یہودیون کو پسند کرین تو انکے
ساتھ یہ بھی جلاوطن ہون۔
اس تفصیل سے صاف ثابت ہوتا ہے

کہ جبراً مسلمان کرنا خدا کو پسند نہین ہے۔ یہ ہوتا تو جبر کا یہ عمدہ موقع تھا ان انصار کے لڑکون کو اپنے پاس رکھ لینے کا بظاہر خاصہ بہانہ تھا۔ ان مسایل کے شواہد آیندہ مسایل کے ضمن مین بھی آوینگے۔ انشاء اللہ تعالی ٭

نتایج مسئلہ دوم

مسئلہ دوم اور اسکے دلایل آیات و احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اقوام غیر کا مذہب اسلام کی نسبت یہ گمان کہ وہ صرف مذہبی ناگواری سے لڑنا سکھاتا اور جبراً اپنی تسلیم و اشاعت چاہتا ہے غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی

(۲) ایسا ہی بعض ناواقف مسلمانون کا ہر ایک مخالف مذہب سے صرف مخالفت مذہبی کی نظر سے لڑنا اور ان کے جان و مال سے تعرض کرنا (جیسا کہ سرحدی ناواقف مسلمانون کا دستور ہے) غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی

(۳) ...

امر کو خواہ بمقتضائے دیانت خواہ بہدایت مذہب خواہ بحکم عقل واصول سلطنت بہت برا سمجھیں (جیساکہ برٹش گورنمنٹ کا حال وچال ہے) اُنسے مذہبی جہاد کرنا ہرگز جائز نہیں ؁

تیسرا مسئلہ

جس شہر یا ملک مین مسلمانون کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وہ شہر یا ملک دارالحرب نہین کہلاتا - پھر اگر وہ دراصل مسلمانون کا ملک یا شہر ہو اقوام غیر نے اُسپر تغلب سے تسلط پالیا ہو (جیساکہ ملک ہندوستان ہے) توجب تک اُنمین ادائے شعایر اسلام کی آزادی رہے وہ بحکم حالت قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے اور اگر وہ قدیم سے اقوام غیر کے قبضہ وتسلط مین ہو مسلمانون کو اُن ہی لوگون کی طرف سے ادائے شعایر مذہبی کی آزادی ملی ہو تو وہ بھی دارالاسلام اور کم سے کم دارالسّلم والامان کے نام سے موسوم ہونے کا مستحق ہے - ان دونو حالتون اور نامون کی وقت اس شہر یا ملک پر مسلمانون کو چڑھائی کرنا اور اسکو جہاد مذہبی سمجھنا جائز نہین ہے - اور جو مسلمان اس ملک یا شہر مین باامن رہتے ہون انکو اس ملک یا شہر سے ہجرت کرنا واجب نہین بلکہ اور ملکون یا شہرون سے (متبرک کیون نہون) جہان انکو امن وآزادی حاصل نہو ہجرت کرکے اس ملک

اس شہر یا ملک پر چڑھائی نہ کرنے کے دلایل بضمن مسئلہ دوم
گذر چکے ہیں کہ جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی مسجد دیکھتے یا وہاں
سے اذان کی آواز سنتے وہاں حملہ نہ کرتے اور نہ اس حملہ کی اجازت دیتے۔

اس شہر یا ملک کو دار الاسلام کہنے کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ
ایک دفعہ دار الاسلام ہو چکا اور اسلام کے تسلط میں آ چکا ہے تو جب تک
جملہ شعایر اسلام اس سے موقوف نہوں وہ دار الحرب یا دار الکفر کہلائے تو
اسمیں اسلام پر کفر کا غلبہ تاثیر ثابت ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
چنانچہ بخاری نے بطور تعلیق۔ اور دارقطنی نے بہ سند موصول روایت کیا

الاسلام یعلو ولا یعلے۔
(بخاری ص۱۸۰)

ان دار الاسلام لا یصیر دار الحرب
اذا بقی شیء من احکام الاسلام وان
زال غلبۃ اھل الاسلام ذکر سید
ناصر الدین فی المنثور ان دار الاسلام
انما صارت دار الاسلام باجراء احکام
الاسلام فما بقی علقۃ من علایق الاسلام
عالمگیریہ

ہے کہ اسلام غالب ہے۔ کفر اسلام پر
غالب نہیں ہوتا۔ اور یہی فقہاء حنفیہ کا
قول ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری اور
فصول عمادیہ وغیرہ میں کہا ہے کہ دار
الاسلام کبھی دار الحرب نہیں ہو سکتا
جبتک کہ شعایر اسلام سے ایک خصلت کا
وجود بھی وہاں رہے۔ ایسا ہی امام
ماوردی نے کہا ہے ان کا قول

ہوگا *

دوسری صورت مین اس ملک کے دار الاسلام یا دار الامان ہونے اور متبرک و
مقدس مواضع چھوڑ کر اسکی طرف ہجرت کرنے پر دلیل یہ ہے کہ جناب رسالت آپ کے
زمانہ مین ملک حبشہ عیسائی بادشاہ
کے قبضہ و تسلط مین تھا اور دین
اسلام کا وہان نام و نشان نہ تھا
اور مکہ مکرمہ آپ کا اور سبھی مسلمانون کا
مسکن اور قدیم سے متبرک و مقدس
مکان تھا ۔ ولیکن اُسمین مسلمانون کو
کفار بہت ستاتے تھے اور انکے
دین مین بیجا مزاحمت کرتے ۔ اور
بادشاہ حبشہ باوجود عیسائی ہونیکے
کسی سے تعرض و ظلم کو پسند نہ کرتا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کا یہ
حال معلوم ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب
کو فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ نیک آدمی ہے

قال اهل التفسير ائتمرت قريش ان
يفتنوا المؤمنين عن دينهم فوثب
كل قبيلة على من فيها من المسلمين
يؤذونهم ويعذبونهم فافتتن من
افتتن وعصم الله منهم من شاء
ومنع الله تعالى رسوله بعمه ابي طالب
فلما رأى رسول الله صلى الله عليه
واله وسلم ما باصحابه ولم يقدر
على منعهم ولم يؤمر بعد بالجهاد امرهم
بالخروج الى ارض الحبشة وقال ان
بها ملكا صالحا لا يظلم ولا يظلم
عنده احد فاخرجوا اليه حتى يجعل الله
للمسلمين فرجا واراد به النجاشي و

وانما النجاشی اسم الملک کقولهم قیصر
وکسری فخرج الیها سرا احد عشر رجلا
واربع نسوة وهم عثمان بن عفان
وامرأته رقیه بنت رسول الله صلی الله
علیه واله وسلم وزبیر بن العوام
وعبد الله بن مسعود وعبد الرحمن
بن عوف وابو حذیفه بن عتبه و
امرأته سهلة بنت سهیل بن عمرو
ومصعب بن عمیر وابو سلمه بن
عبد الاسد وامرأته ام سلمة بنت
ابی امیه وعثمان بن مظعون وعامر
بن ربیعة وامرأته ام لیلی بنت ابی حثمة
وحاطب بن عمرو وسهیل بن
بیضاء فخرجوا الی البحر واخذوا
سفینة الی ارض الحبشة بنصف
دینار وذلک فی رجب فی سنة

ملک مین کوئی اور کسی پر ظلم کرتا ہے۔
تم وہان چلے جاؤ تو امید ہے امن و
خلاصی پاؤ گے۔ اس ارشاد نبوی کے
موافق گیارہ آدمی اعیان صحابہ نے
جن مین حضرت عثمان اور آپ کے حرم
محترم رقیہ لخت جگر رسول اللہ اور حضرت
زبیر و حضرت ابن مسعود و حضرت
عبد الرحمن بن عوف وغیرہ شامل تھے
حبشہ کیطرف ہجرت کی یہ پہلی ہجرت
حبشہ ہے۔ ان کے بعد حضرت جعفر
بن ابی طالب وغیرہ صحابہ مکہ چھوڑ کر
حبشہ مین پہنچے یہان تک کہ بیاسی
مسلمان اکابر وہان جمع ہوئے اور
تقریباً چودہ پندرہ سال وہان رہے
باوجودیکہ ان کی ہجرت سے نوین
سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

وھذہ الھجرۃ الاولی ثم خرج جعفر بن ابی طالب وتتابع المسلمون الیھا وکان جمیع من ھاجر الی الحبشۃ من المسلمین اثنین وثمانین رجلاً سوی النساء والصبیان ۔ (معالم التنزیل ص۲۹) ومثلہ فی شرح القسطلانی جلد ۶ ص۲۲۳ وبعض القصۃ فی صحیح البخاری ص۵۴۲ و ص۶۰۱ وفی شرح القسطلانی ص۲۲۳ جلد ۶ ۔ وکتب لہ صلعم کتاباً بایدحرہ قیبہ الی الاسلام مع عمرو ابن امیۃ سنۃ ست من الھجرۃ واسلم علی ید جعفر بن ابی طالب ۔

متسلط ہوکر بدر و احد کی لڑائیون مین کفار مکہ کو شکست دے کر مدینہ طیبہ کو کامل دار الاسلام بنا چکے تھے اور حبشہ اوسی طرح نصاری کا ملک تھا ۔ کیونکہ ہجرت نبوی کے چھٹے سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی شاہ حبشہ کو اسلام کی طرف بلایا اور اُسنے اسلام قبول کیا ۔ اسپر بھی وہ پانچ چھ سال اس ملک نصاری مین رہے ہجرت نبوی کے چھٹے سال کے ختم پر ساتوین کے شروع مین مدینہ طیبہ مین پہنچے ۔

یہ حالات ہجرت کتب حدیث صحیح بخاری قسطلانی شرح بخاری وغیرہ اور تفاسیر معالم وغیرہ مین بتفصیل مذکور ہین ۔ اس اجمال سے جو ہمنے بیان کیا ہے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس ٹھہریا ملک مین (زیر حکومت مخالفین مذہب کیون نہو) مسلمان شعار مذہبی آزادی سے

والامان ۔ مسلمانون کو مقدس اور متبرک بلاد سے (اگر وہان امن نہ پا دین ا ہجرت کرکے اُن مین اَرہنا جایز و ضروری ہے انکو چھوڑ کر مقدس شہرون مین (اگر وہان امن نہو) جا رہنا واجب یا جائز نہین +

اسی نظر سے اکابر صحابہ حضرت ابن عمر و عائشہ صدیقہ نے فتح مکہ کے بعد

ان عبد الله بن عمر كان يقول لا هجرة بعد الفتح وحدثني الاوزاعي عن عطاء بن ابی رباح قال زرت عائشه مع عبيد بن عمير الليثي فسالناها عن الهجرة فقالت لا هجرة اليوم كان المومنون يفر احدهم بدينه الى الله والى رسوله مخافة ان يفتن عليه فاما اليوم فقد اظهر الله الاسلام واليوم يعبد ربه حيث شاء (بخاری ۵۵۱) قال القسطلانی فی شرح البخاری فقد اظهر الله الاسلام وفشت الشرايع والاحكام - يعبد ربه حيث شاء فالحكم يدور مع

جبکہ ہر جگہ امن قایم ہوگیا تھا ہجرت کو غیر ضروری کہا اور صاف فرمادیا تھا کہ ہجرت کا حکم اسوقت تھا جب کہ مسلمان اپنے دین کو بھگا ئے لئے پھرتے تھے ۔ اس خوف سے کہ وہ دین کے سبب فتنہ مین مبتلا ہون گے ۔ آج اسلام کو خدا نے غلبہ دیا ہے (یعنے کوئی کسی مسلمان کو اسلام کے سبب تکلیف نہین پہنچاتا) آج مومن جہان چاہے خدا کی عبادت کرے ۔ قسطلانی نے شرح بخاری مین اس حدیث کے ذیل مین کہا ہے کہ امام ماوردی نے فرمایا ہے جب مسلمان کو کفار کے شہر میں ...

قال الماوردی اذا قدر علی اظہار الدین فی بلد من بلاد الکفر فقد صارت البلدة به دار الاسلام فالاقامة فیہا افضل من الرحلة لما یترجی من دخول غیرہ فی الاسلام“	دین پر قدرت ہو تو وہ شہر دارالاسلام ہو جاتا ہے اسمین رہنا اور بلاد اسلامیہ کیطرف ہجرت کرنیسے افضل ہے کیونکہ وہان رہنے مین اور لوگون کا اسلام مین داخل ہونا متوقع ہوتا ہے ۔

ان اقوال مین بھی ہمارے بیان کی تائید پائی جاتی ہے ۔ فللہ الحمد

مسئلہ سوم کے نتائج

(۱) اس مسئلہ اور اسکے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ھندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ مین ہے دارالاسلام ہے ۔ اسپر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا مہدی سوڈان ہو یا خود حضرت سلطان شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا جائز نہین ہے ۔

(۲) اس زور و شور کی شہادت کتاب و سنت و اقوال علماء امت کے ساتھ اقوام غیر کا مسلمانون پر یہ گمان کہ وہ جب قابو پائینگے گورنمنٹ سے مقابلہ پر آمادہ ہونگے کمال درجہ کی سینہ زوری و افترا پردازی ہے مسلمانون مین جبتک قرآن و حدیث و فقہ کا عمل جاری رہیگا ان سے یہہ امر ہرگز سرزد نہوگا ۔

گولی چلائی تھی مسلوب الحواس ہو جائے اور دین اسلام کا پاس چھوڑ دے تو اُسکا کوئی ذمہ وار نہین ہے ٭

چوتھا اور پانچوان مسئلہ

(۴) جن لوگون سے اسلام مین لڑائی اور مذہبی جہاد کرنے کا حکم آچکا ہے اُنسے بھی مسلمانون کو صلح کر لینے اور جب تک وہ مناسب سمجھین لڑائی موقوف کر دینے کی اجازت ہے ٭

(۵) اس عہد و صلح کے بعد عہد کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور مدت عہد مین اُن سے لڑنا اور درصورت خوف عہد شکنی جانب ثانی سے بلا فسخ عہد و اعلان فسخ اُن پر حملہ کرنا حرام ہے ٭

جواز عہد و مصالحت کی دلیل خدا تعالی کا یہ قول ہے کہ اگر تیرے دشمن و مقاتل تجھ سے صلح کی درخواست کرین تو تُو بھی صلح کی جانب مایل ہو ٭

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله - (انفال ع ۸)

اس قول خداوندی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا عمر بھر کا عمل رہا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے کفار کے ساتھ غلبہ پانے کے بعد اور غلبہ سے پہلے صلح کی ہے اور مسلمانون کے اتفاق سے یہ مصالحت ثابت و جائز ہے ٭

کی - اور یہ بات قرار پائی کہ دس برس تک لڑائی بند رہے - اسمین لوگ امن

عن المسور بن مخرمة ومروان بن الحکم انهم اصطلحوا علی وضع الحرب عشر سنین یامن فیها الناس وعلی ان بیننا عیبه مکفوفة وانه لا اسلال ولا اغلال - (ابو داؤد ص ۲ ج ۲) فقال النبی صلعم علی ان تخلوا بیننا وبین البیت فنطوف به فقال سهیل والله لا تتحدث العرب انا اخذنا ضغطة ولکن ذلك من العام المقبل فکتب فقال سهیل وعلی انه لا یاتیك منا رجل وان کان علی دینك الا رددته الینا قال المسلمون سبحان الله یرد الی المشرکین وقد جاء مسلماً فبینا هم کذلك اذ دخل ابو جندل بن سهیل بن عمرو یوسف فی قیوده وقد خرج من

پالین اور بغیر ہتیار الڑائی کا ڈہکا رہے نہ اسمین چھپی خیانت ہو نہ ظاہری دغا - اس صلح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کی ایسی سخت شرطین مان لین جن مین بظاہر اسلام کی نہایت خفت تھی اور مسلمانون کی شکست - ازانجملہ یہ کہ اس سال مسلمان کعبہ کا حج نہ کرین اور ازانجملہ یہہ کہ کافرون مین سے کوئی مسلمان ہوکر آنحضرت صلعم کے پاس آتے تو اسکو آنحضرت صلعم واپس کرین مسلمانون سے کوئی مرتد ہوکر مکہ مین چلا جاوے تو کفار مکہ اسکو واپس نکرین اس شرط لکھنے کے اثنا مین ایک شخص (ابو جندل نامی) وکیل مشرکین مکہ کا بیٹا

اظہر المسلمین فقال سہیل ھذا یا محمد
اول ما اقاضیک علیہ ان تردہ
الی فقال النبی صلعم انا لم نقض
الکتاب بعد قال فواللہ اذن لا اصالحک
علی شئ ابداً فقال النبی صلعم فاجزہ
لی فقال ما انا بمجیز ذلک قال بلے
فافعل قال ما انا بفاعل قال مکرز
بلے قد اجزناہ لک قال ابوجندل
ای معشر المسلمین اردالی المشرکین
وقد جئت مسلماً الا ترون ما قد
لقیت وکان قد عذب عذاباً
شدیداً الحدیث (بخاری صہ ۳۸۰)
وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لما ظہر علی خیبر ارادا خراج الیہود
منہا وکانت الارض حین ظہر علیہا للہ
ولرسولہ وللمسلمین فاراد اخراج الیہود

پاس آپہنچا اور اس کے واپس کرنے
پر حضرت عمر وغیرہ مسلمانون نے بہت
پیچ وتاب کھایا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے بھی وکیل
مشرکین سے اس شرط سے اس شخص
کے مستثنے کرنے کو بہت چاہا آخر
وکیل مشرکین کے نہ ماننے پر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسکو
واپس کردیا ؛

خیبر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فتح کیا اور یہود کو اس مین سے
نکالنا چاہا تو انہون نے اس شرط پر
صلح کی درخواست کی کہ ہم اسی جگہ
رہین گے اور پیداوار اراضی سے
نصف آنحضرت صلعم کو دیتے رہین گے
آنحضرت صلعم نے اسکو قبول کیا اور یہہ

لیقرهم بها علی ان یکفوا عملها ولهم
نصف الثمر وقال لهم رسول الله نقرکم
بها علی ذالک ما شئنا فقروا بها حتی
اجلاهم عمر الی تیماء واریحاء
(بخاری ص ۳۱۵)

عن ابن عباس قال صالح رسول الله
اهل نجران علی الفی حلة النصف فی صفر
والنصف فی رجب یؤدونها الی المسلمین
عاریة ثلاثین درعاً وثلاثین فرسا
وثلاثین بعیراً وثلاثین من کل
صنف من اصناف السلاح یغزون
بها والمسلمون ضامنون لها حتی یردوها
علیهم ان کان بالیمن کید ذات غدر
علی ان لا تهدم لهم بیعة ولا یخرج لهم قس
ولا یفتنوا عن دینهم ما لم یحدثوا
حدثا او یاکلوا الربا قال اسمعیل
فقد اکلوا الربا (ابوداؤد ص ۴۲ ج ۲)

ہم کو مناسب نظر آیا انکو یہان رہنے
دینگے پھر وہ اسی شرط پر وہان
رہے یہان تک کہ خلافت عمری مین
وہان سے جلا وطن کئے گئے ۔

نجران کے عیسائیون سے

آپ نے اس شرط پر صلح کی کہ وہ
سالانہ دو ہزارہ جوڑہ کپڑون کا بطور
خمس دیتے رہے اور تیس زرہ اور
تیس ۳۰ گھوڑے اور تیس ۳۰ اونٹ
اور تیس ۳۰ ہتھیار لڑائی کے لئے بطور
عاریت دیتے رہین جن کو مسلمان
بعد کار براری واپس کر دین گے
ان کے حق مین مفید یہ
شرطین بھی ہوئین کہ ان کے
صوامع (چرچ) نہ گرائے جائین
اور نہ ان کے علماء نکالے جائین اور
نہ انکو [illegible]

جبتک کہ وہ نئی باتین نہ نکالین اور شورہ لین +

ان دلایل سے صاف ثابت ہوتاہے کہ جن کافرون سے جنگ و مقابلہ ہوان سے صلح کر لینی بھی جائز ہے (گو اس صلح مین بعض وجوہ سے مسلمانون کا نقصان ہوا ور کافرون کا فایدہ) اگر مصلحت وقت اس صلح کی مقتضی ہو۔ اور عام نفع اہل اسلام اسمین متیقن ہو۔

صلح و عہد کے بعد غدر نہ کرنے کے دلائل کتاب وسنت مین بکثرت

وارد ہین خدا کا یہہ قول بضمن دلایل مسئلہ اول نقل ہوچکاہے کہ جو لوگ تمہاری عہد والون سے جاملین اُن کو نہ مارو اور خدا نے فرمایا ہے جنسے تم نے مسجد الحرام کے پاس عہد کیا ہے جبتک وہ عہد پر قایم رہین تم بھی قایم رہو اور فرمایا اگر تمہارے بہائی تم سے دین مین مدد چاہین تو ان کو مدد دو مگر اس قوم پران کو مدد نہ دو جس سے تم عہد کر چکے ہو اور فرمایا عہد کو پورا کرو

دیکھو صفحہ (۱۱) رسالہ ہذا

الا الذین عاہدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لہم ان اللہ یحب المتقین (براۃ ع ۲)

وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینہم میثاق واللہ بما تعملون بصیر (انفال ع ۱۰)

واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا

* سود لینے کو اسلام نے انسانی اور ایمانی ہمدردی کے خلاف سمجھا ہے اسلئے

(بنی اسرائیل ع ٥)

من لا یفی لذی عہد عہدہ فلیس منی
ولست منہ (رواہ مسلم)

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
من قتل معاھداً لم یرح رائحۃ الجنۃ
وان ریحھا لتوجد من مسیرۃ اربعین عاماً
(رواہ البخاری ص ٤٣٨)

ان الغادر ینصب لہ لواء یوم القیامۃ
فیقول ھذہ غدرۃ فلان بن فلان
(مسلم ص ٨٣ ج ٢ بخاری ص ٤٥٢)

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
من قتل معاھداً فی غیر کنھہ حرم اللہ
علیہ الجنۃ (رواہ ابوداؤد ص ٢٢ ج ٢)
انی لا اخیس بالعھد (رواہ ابوداؤد
ص ٢٢ ج ٢) وقال عمر بن الخطاب رض
واوصیہ بذمۃ اللہ ورسولہ ان یوفی لھم

عہد سے سوال ہوگا ۔ اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
جو عہد والے کا عہد پورا نہ کرے گا وہ
ہم میں سے نہیں ہے اور نہ میں اُنکے
گروہ سے ہوں ۔ آور فرمایا جو شخص
عہد والے کو مار ڈالے گا وہ بہشت
کی خوشبو نہ پائے گا باوجودیکہ چالیس برس
کے فاصلہ سے اسکی خوشبو آتی ہے
آور فرمایا عہد شکن کے لئے قیامت کے
دن نشان کھڑا کیا جائے گا اور کہا
جائے گا یہ فلان شخص کا غدر ہے ۔
آور فرمایا جو عہد والے کو بلا جرم مارے
اسپر بہشت حرام ہے ۔
اور فرمایا میں عہد شکنی نہیں کرتا اسکے
موافق حضرت فاروق نے اپنے جانشین
کو وصیت فرمائی ہے کہ وہ عہد والوں

(رواہ البخاری صفحہ ۴۲۹)

مین ان کے مخالفون* سے لڑین ؛

جانب ثانی سے عہد شکنی کے خوف کے وقت بلا فسخ عہد و اعلان حملہ کرنے کی ممانعت کی دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ جب تجھے کسی قوم سے عہد شکنی کا خوف ہو تو فسخ عہد کا پیام برابری

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (انفال ع ۸)

پر اُن کو پہنچا دے خدا خیانت کرنے والون کو دوست نہین رکھتا۔

ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے چنانچہ سلیم بن عامر نے نقل کیا ہے کہ امیر معاویہ اور روم والون مین عہد مقرر تھا جب

عن سليم بن عامر رجل من حمير قال كان بين معاوية وبين الروم عهد وكان يسير نحو بلادهم حتى اذا انقضى العهد

وہ گذرنے لگا امیر معاویہ نے اُنپر حملہ کا ارادہ کیا پس ایک شخص عربی یا ترکی گھوڑے پر سوار آیا اور بولا اللہ اکبر۔

* یہ حکم حضرت فاروق کا عام ہے ان مسلمان مخالفون کو بھی شامل ہے جو مسلمانون کے عہد والون سے لڑین۔ ان مسلمانون کی مدد سے مسلمانون کو نہیں مانع ہے جو بصفحہ (۳۰) منقول ہو چکی ہے (وان استنصروکم فی الدین) ہمارے اس نوٹ کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب توجہ سے ملاحظہ فرماوین اور انصاف سے کہین کہ اسمین انکے اس سوال کا جواب ہے جو انہون نے اپنی کتاب ہندی مسلمان کی تحریر ہوا ہے کے خاتمہ پر ایک حاشیہ مین علماء اسلام سے کیا ہے کافی اور

غزاهم فجاء رجل على فرس او برذون
وهو يقول الله اكبر الله اكبر وفاء لا غدر
فنظروا فاذا عمرو بن عبسة فارسل
اليه معاوية فسأله فقال سمعت رسول الله
يقول من كان بينه وبين قوم عهد فلا
يشد عقدة ولا يحلها حتى ينقضي امدها
او ينبذ اليهم على سواء فرجع معاوية
(رواه ابو داؤد ص۳۳ ج۲ والترمذی
ص۲۰۴ ج۱)

وفا چاہیے نہ کہ غدر - امیر معاویہ نے دیکھا
تو وہ عمرو عبسہ صحابی تھا امیر معاویہ نے
ان کے آنے کا سبب پوچھا تو انہون
نے فرمایا کہ مینے آنحضرت صلعم سے سُنا
ہے کہ جسکا کسی قوم سے عہد ہو وہ اسکو
فسخ نکرے جب تک مدت گذر نہ جائے
یا برابر برابر فسخ عہد سے اسکو اطلاع دے
جائے - یہ سُنکر امیر معاویہ اس حملہ سے باز
آئے اور وہان سے پھر گئے +

مسئلہ چہارم و پنجم کے نتایج مسئلہ ششم و ہفتم کے نتایج کے ساتھ بیان ہون گے +

چھٹا و ساتوان مسئلہ

(۶) کافر (ظالم اور مذہب مسلمانون مین مزاحم لائق جہاد ہی کیون نہون) جب مسلمانون کے شہرون اور ملک پر تغلب سے تسلط پا لیتے ہین تو ان شہرون کے مالک و متصرف ہو جاتے ہین +

(۷) جب کسی کافر کے ملک یا شہر مین کوئی مسلمان امن چاہکر رہے تو وہ اسی
عہد و امان لیکر بمانند ہو جاتا ہے جیسے صریح عہد دیا ہو - اسکو اس کافر سے غدر

کرنا اور اس کے جان و مال سے تعرض کرنا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ صریح عہد والون کی جان و مال سے تعرض حرام ہے ❖

غلبہ سے کافر کے مالک ہوجانے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے کافرون کے اُن تصرفات کو جو انہون نے آپ کے اموال پر متسلط ہو کر کئے نافذ فرمایا - اور خود تسلط پاکر ان کو بے محل و بے اعتبار نہین ٹھہرایا -

صحیح بخاری مین حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم سے اسامہ نے حج کے ایام مین پوچھا یا

عن اسامة بن زيد انه قال يا رسول الله اين تنزل في دارك بمكة فقال هل ترك لنا عقيل من رباع او دور وكان عقيل ورث ابا طالب هو وطالب ولم يرثه جعفر ولا علي شيئا لانهما كانا مسلمين وكان عقيل وطالب كافرين

(بخاری ص۲۶۱)

رسول اللہ آپ مکہ مین اپنے کس گھر مین اُترین گے - آپ نے جواب مین فرمایا عقیل نے ہمارا کوئی گھر چھوڑا ہے ؟ (یعنی سبھی گھرون پر تصرف کر لیا ہے) ❖

اس ملک و تصرف عقیل کی ایک وجہ تو اسی حدیث مین بیان ہوئی ہے کہ ابو طالب کے وارث عقیل اور طالب ہی ہوئی تھی نہ حضرت علی و جعفر کیونکہ وفات ابو طالب کے وقت عقیل و طالب کافر تھے - اور حضرت جعفر اور حضرت علی مسلمان ہو چکے تھے مگر یہ وجہ بجز ملک و تصرف مکانات ابو طالب کے اور مکانات کے (جن مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکان بھی)

شامل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مین عقیل انکا وارث نہین ہو سکتا تھا) ملک و تصرف کی دلیل نہین ہو سکتی۔

لہذا یہ وجہ ملک و تصرف (جو اس حدیث مین بیان ہوئی ہے) ابو طالب کے مکانات کے مالک ہو جانے سے مخصوص رہے گی اور آنحضرت کے مکان کے مالک و متصرف ہو جانے کی وجہ وہی کہنے پڑیگی جو ہم نے بیان کی ہے کہ عقیل کا غلبہ و تسلط اس مکان پر ہو گیا تھا جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نافذ فرمایا قسطلانی نے اس حدیث کی شرح مین فرمایا ہے

قيل ان هذه الدار كانت لهاشم بن عبد مناف ثم صارت لابنه عبد المطلب فقسمها بين ولده فمن ثم صار للنبي صلے الله عليه وآله وسلم حق ابيه عبد الله وفيها ولد النبي صلعم قاله الفاكهي - وظاهر قوله وهل ترك لنا عقيل من رباع انها كانت ملكه و اضافها الى نفسه فيحتمل ان عقيلا تصرف فيها كما فعل ابو سفيان بدور المهاجرين ويحتمل غير ذلك

یہ گھر (جسکا حدیث مین ذکر ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد ہاشم کی تھی پھر اُنکے بیٹے عبد المطلب کو پہنچی اُنے اپنی اولاد مین تقسیم کر دیئے پھر اپنے باپ عبد اللہ کا حق آنحضرت کو ملا اسی مکان مین آنحضرت صلعم تولد ہوئے تھے یہ فاکہی نے بیان کیا ہے آنحضرت کا یہ کہنا کہ عقیل نے ہمارا کوئی گھر نہین چھوڑا اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس گھر

وغیرہ کان کل من ھاجر من المومنین باع قریبہ الکافر دارہ فامضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تصرفات الجاھلیۃ تالیفاً لقلوب من اسلم منہم ۔ (قسطلانی صفحہ ۳ جلد ۳)

کیطرف اس گھر کو آپ نے منسوب فرمایا ہے ۔ پس عقیل کے مالک ہو جانے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عقیل نے اس گھر مین تصرف کر لیا ہو جیسا کہ ابوسفیان نے اور مہاجرین کے گھرون پر تصرف کیا تھا

اور شاید اسکی وجہ کوئی اور بھی ہو ۔

راقم کہتا ہے یہہ تردد قسطلانی کا ہمارے مدعا کو ضرر نہین پہنچاتا ۔ ہمارا مدعا یہہ ہے کہ عقیل کے ملک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے گھر آجانے کی وجہ وراثت نہین ہو سکتی ۔ اسکی وجہ تغلب و تسلط ہے اسکو ساتھ اور بھی وجہ ہو تو مضایقہ نہین ۔ پھر قسطلانی نے کہا ہے کہ داؤدی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ ہر ایک مہاجر کا مکان اسکے قرابتی نے بیچ دیا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے تصرفات زمانہ جاہلیت کو تالیف قلوب نو مسلمون کے لئے نافذ فرمایا (یعنے اپنا دخل و تصرف پاکر بھی انکو فسخ نہین کیا) وہ تصرفات ناجایز ہوتے تو ضرور آپ مکہ پر متسلط ہو کر جسکا مکان کسی نے جابر فروخت کر دیا تھا وہ اسی کو دلواتے اور ظالم کے تصرف کو اُٹھاتے ۔

اس مسئلہ "تغلب کفار سے ثبوت ملک" مین مجتہدین کا اختلاف ہے ۔

وقد اختلف اهل العلم فی ذلک فقال الشافعی وجماعة لایملک اهل الحرب بالغلبة شیئا من المسلمین و لصاحبه اخذه قبل القسمة وبعدها وعن علی والزهری وعمرو بن دینار والحسن لایرد اصلاً ویختص به اهل المغنم وقال عمر بن سلمان بن ربیعة وعطاء واللیث ومالک واحمد و آخرون وهی روایة عن الحسن ایضاً ونقلها ابن ابی الزناد عن ابیه عن الفقهاء السبعة ان وجده صاحبه قبل القسمة فهو احق به وان وجده بعد القسمة فلایاخذه الابالقیمة (نیل الاوطار ط ۱۹ ج ۷)

مالک نہین ہوتے لہذا جو مال مسلمانون کا کافرون کے ہاتھ مین چلا جائے وہ مسلمانون کے فتحیاب ہونے پر انہی مسلمانون کو ملے گا جن کا مال تھا حضرت علی وزہری وعمرو بن دینار وحسن بصری کہتے ہین کہ وہ کافرون کا مال ہو چکا تھا مسلمانون کے ہاتھ آئے گا تو ان سب کا ہوگا جنہون نے کافرون کو لوٹا ۔ عمرو بن سلمان ابن ربیعہ وعطا ولیث وامام مالک وامام احمد وغیرہ کا یہ قول ہے کہ وہ مال مسلمانون مین تقسیم ہو چکا ہو تو اصل مالک کو بقیمت ملیگا تقسیم سے پہلے بلا قیمت بھی وہ لینے کا حقدار ہے اس مذہب سے بھی یہی بات ہوتی ہے کہ وہ مال کفار کے ملک مین آچکا تھا ؛

کتاب ہدایہ مین (جو حنفی مذہب مین ایک مشہور ومعتبر کتاب ہے) کہا ہے کہ کفار ہمارے اموال پر غلبہ پائین تو ان کے مالک ہو جاتے [illegible]

واذا غلبوا علی اموالنا والعیاذ باللہ واحرزوھا بدارھم ملکوھا وقال الشافعیؒ لایملکونہا لان الاستیلاء محظور ابتداءً وانتہاءً والمحظور لاینتہض سبباً للملک علی ماعرف من قاعدۃ الخصم ولنا ان الاستیلاء ورد علی مال مباح فینعقد سبباً للملک دفعاً لحاجۃ المکلف کاستیلاءنا علی اموالھم وھذا لان العصمۃ تثبت علی منافاۃ الدلیل ضرورۃ تمکن المالک من الانتفاع فاذا زالت المکنۃ عاد مباحاً کما کان غیر ان الاستیلاء لایتحقق الا بالاحراز بالدار لانہ عبارۃ عن الاقتدار علی المحل حالاً ومالاً والمحظور لغیرہ اذا صلح سبباً لکرامۃ تفوق الملک وھو الثواب

تسلط مین لیجائین - امام شافعی اس مسئلہ کے مخالف ہین وہ کہتے ہین کفار کا تغلب ہی ناجائز ہے تو وہ ملک کا سبب کیونکر ہوسکتا ہے حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب یہہ ہے کہ تغلب کفار اموال مسلمین پر گو ناجائز ہے مگر اس حالت مین اور اسوقت تک کہ مسلمانون کا اسپر تسلط وقبضہ ہو اور جب وہ تسلط اُٹھ گیا تو کافرون کا تسلط ان اموال پر جائز ہوگیا اور وہ مال مباح پر تسلط ٹہرا وہ کہتے ہین دراصل ہر چیز سے ہر شخص نفع اُٹھانیکا مستحق ہے چنانچہ قران مین فرمایا ہے "خدا نے تم سب کے لئے جو کچھ زمین مین ہے پیدا کیا ہے" پھر خاص خاص چیزون سے خاص خاص لوگون کو نفع اُٹھانیکے لئے خداتعالے نے قبضہ وتسلط کو سبب

(ہدایہ صفحہ ۵۶۱ جلد ۱)

جسکی چیز ہو یعنے جسکے قبضہ و تسلط مین ہو وہی اس سے نفع اٹھا دے اور جب یہ قبضہ و تسلط اٹھ گیا تو وہ مال سب کے لئے مباح ہو گیا۔ پھر اسپر تغلب و تسلط مال مباح پر تسلط ہو گا اور وہ ملک کا سبب ہو سکے گا۔ جیساکہ ہمارا تسلط اُن کے اموال پر مال مباح پر تسلط اور ملک کا سبب ہوتا ہے۔

امام شافعی کے مذہب کی تائید مین بعض علما یہہ حدیث پیش کرتے ہین جو صحیح

عن عمران ابن حصین قال واسرت امرأة من الانصار واصیبت العضباء فکانت المرأة فی الوثاق وکان القوم یریحون نعمهم بین یدی بیوتهم فانفلتت ذات لیلة من الوثاق فاتت الابل فجعلت اذا دنت من البعیر رغا فتترکه حتی تنتهی الی العضباء فلم ترغ قال وهی

مسلم مین بصفحہ ۴۵ جلد ۲ منقول ہے کہ ایک عورت کفار کی قید مین آگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کی اونٹنی (عضباء نامے) بھی اُن کے قابو مین آئی۔ وہ عورت ان کی قید مین تھی اور وہ لوگ اپنے اونٹون کو اپنے ڈیروں[*] کے سامنے رات کو لے آتے اور

[*] طحاوی کی روایت مین ہے چنانچہ فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین منقول ہے وکانوا اذا نزلوا یریحون ابلهم فی افنیتهم۔ یعنے وہ اس سفر مین منزل پر اترتے تو اونٹون کو اپنے آگے کے میدانون مین لے آتے اسلئے ہمنے بیوت کا ترجمہ ڈیرہ سے کیا ہے۔ وہان سفر مین بگر

منوقۃ فقعدت فی عجزها فانطلقت
ونذرت ان نجاها فطلبوها فاعجزتہم قال ونذرت
للہ عزوجل ان نجاها اللہ علیها لتنحرنہا
فلما قدمت المدینۃ راٰها الناس فقالوا
العضباء ناقۃ رسول اللہ صلعم فقالت
انها نذرت ان نجاها اللہ علیها لتنحرنہا
فاتوا رسول اللہ صلعم فذکروا ذالک
لہ فقال سبحان اللہ بئس ما جزتہا
نذرت اللہ ان نجاها علیها لتنحرنها لا
وفاء لنذر فی معصیۃ ولا فیما لا یملک
العبد وفی روایۃ ابن حجر لا نذر فی
معصیۃ اللہ (صحیح مسلم ص۳۵ جلد۲)

ٹہرایا کرتے ایک شب وہ عورت قید سے
چھوٹ گئی اور وہ اُن اونٹون مین پہنچی
وہ جس اونٹ کے پاس جاتی وہ آواز
کرتا - لہذا وہ اُسکو چھوڑ دیتی یہانتک
کہ عضباء اونٹنی کے پاس پہنچے تو وہ نہ
بولے کیونکہ وہ سواری مین لگی ہوئی
اور فرمان بردار تھی - وہ اسپر سوار ہوکر
چل پڑی - کفار کو علم ہوا تو وہ پیچھے
دوڑے مگر اسکو پکڑ نہ سکے اسوقت اسنے
یہ منت مانی کہ خدا نے اسکو کفار سے بچا
لیا تو وہ اوس اونٹنی کو خدا کے نام پر ذبح
کرے گی - آنحضرت صلعم نے یہ بات سنی

تو فرمایا کہ اُسنے بُرا کیا جو اسکو بدلہ دیا - گناہ کی منت کا وفا واجب نہین - اور نہ
اس چیز کی منت کا جسکا بندہ مالک نہو - اس حدیث سے استدلال کی وجہ وہ یہہ
بیان کرتے ہین کہ اس اونٹنی کی نسبت اس حدیث کا آخری فقرہ فرمایا گیا ہے وہ اونٹنی
تغلب سے کفار کی ملک آجاتی تو وہ عورت بھی اُسکی مالک ہوجاتی اس صورت مین

اسکی منت کا وفا اسپر واجب نہین -

اسکا جواب عینی حنفی نے بنایہ شرح ہدایہ مین یہہ دیا ہے کہ وہ لوگ ہنوز اوس اونٹنی کو اپنے ملک مین لیجانے چکے تھے راستہ ہی مین وہ اس عورت کے ہاتھ آگئی تھی

قلت ما کانوا احرزوها بدارهم واخذ المرأة العضباء کان قبله فی الطریق وقبل الاحراز لا یثبت الملک ودلیلنا من القران قوله تعالی للفقراء المهاجرین فالله تعالی سماهم فقراء والفقیر من لا یملک فلو لم یملک الکفار اموالهم لما سموا فقراء (عینی شرح هدایه ص ۴۲۶ جلد ۳)

اور کہا ہے تغلب سے کفار کی ملک تب ثابت ہوتی ہے جب وہ مسلمانون کے مال کو اپنے ملک مین لیجائے و تسلط مین لیجائین - پہر کہا ہے ہماری (حنفیہ کے) دلیل قران مین یہ قول خداوندی ہے جسمین خدا نے فقراء مہاجرین کو صدقہ کا مصرف ٹہرایا ہے اس قول مین خدا نے ان کو فقیر کہا ہے اور فقیر وہی کہلاتا ہے جسکے ملک مین کچھ نہوا در اگر کفار مکہ وغیرہ مہاجرین کے پس ماندہ اموال کے مالک نہو جاتے تو خدا ان کو فقیر نہ کہتا -

ایسا ہی شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین استدلال آیت قران

ولیس من لا یملک ملکا وهو فی مکان لا یصل الیه فقیرا بل هو مخصوص

کی تائید مین کہا ہے کہ جو شخص صرف کسی خاص مکان مین ہونے کو سبب اپنے

نفس الصدقه (فتح القدیر ص ج۲)

نہو اسکو فقیر نہین کہا جاتا ایسا شخص ابن السبیل کے نام سے مخصوص ہے ۔

اور جواب حدیث عضباء کی تائید مین کہا ہے کہ اسپر روایت طحاوی مین یہ قول راوی شاہد ہے کہ وہ جب منزل پر اُترتے تو اونٹون کو سامنے کے میدان مین لے آتے جس سے سمجھہ مین آتا ہے کہ وہ ہنوز راستہ مین تھی کہ وہ عورت اس اونٹنی کو لے بہاگی ۔

وحدیث العضباء کان قبل احرازهم بدارهم الی ترى الی قوله کانوا اذا نزلوا الخ فانه یفهم منه انها فعلت ذلك وهم فی الطریق (فتح القدیر ص ج۲)

مؤلف کہتا ہے ۔ جو لوگ ان علماء کی اسبات کو غلط کہین وہ اس سے بڑہکر صریح روایت سے ثابت کرین کہ وہ لوگ اونٹنی کو اپنے ملک دار الحرب مین لیجا چکے تھے اور جہان وہ رات کو اونٹ بٹہاتے تھے وہ ان کے وطنی اور سکونتی مکانات کے صحن تھے ۔

ایک جواب اس حدیث کا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حدیث نفی ملک متغلب و متسلط پر نص یا اشارہ نہیں ہے ۔ اس حدیث مین جو فرمایا گیا ہے کہ جس چیز کا بندہ مالک نہو اسکی منت کا وفا اُسپر واجب نہین ہے اس کا اس امر پر نص یا اشارہ ہونا متعین نہین ہے کہ یہہ اس عورت کے حق مین کہا گیا ہے ۔ اور اس سے یہ مقصود ہے کہ وہ عورت اوس اونٹنی کے تغلب سے مالک نہین ہوئی اسلئے اسپر اس ذبح کرنے کی منت کا الفا واجب نہیں ۔ جائز و محتمل ہے کہ

ایک جداگانہ حکم متعلق نذر بیان کیا گیا ہو - اس عورت کی نسبت اور اس کے
حق مین وہی پہلا حکم ہو کہ گناہ کی منت کا وفا واجب نہین ہے - اور اس سے
یہ مقصود ہو کہ تیرا فعل معصیت ہے لہذا تجہہ پر اسکا ایفا واجب نہین ہے -
اس فعل کا معصیت ہونا آپ کے اس لفظ سے بھی ثابت ہوتا ہے جو اس سے
پہلے فرمایا ہے کہ اُسنے یہ بُرا کام کیا جو اسکو بدلہ دیا - اور اگر اس قول نبی کو (جسمین
ملک غیر مین وفا نذر کا واجب نہونا فرمایا گیا ہے) اسی عورت کے حق مین لیا
کیا جائے تو اسکی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بوقت نذر اس عورت کا پورا تغلب و
تسلط نہوا تھا - اسوقت تک ممکن تھا کہ اوس اونٹنی کو اسکے مالک کفار (جو اسکے
پکڑنے کو دوڑے تھے) اسکو چھین کر لیجاتے (گو اسکے بعد یہ امکان دور ہوا
جب وہ تھک کر واپس ہوئے) اور یہہ بھی ممکن تھا کہ آنحضرت صلعم اس اونٹنی کو
نہ اپنے ملک سابق کے لحاظ سے بلکہ اموال غنیمت مسلمانون سے حق اصطفا کی
نظر سے خود لے لیتے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور احتمال ہے کہ اسی حق اصطفا کی
نظر سے اپنے اوس اونٹنی کو لے لیا ہو پھر وہ باوجود قیام ان احتمالات کے
اس عورت سے کیون اس اونٹنی کو اپنے ملک سمجھ لیا اور اسکا ذبح کرنا مان لیا -
علماء شافعیہ اور جوان کے ہم خیال ہون اس حدیث سے ان احتمالات کو اٹھا لین
تب اس حدیث سے تمسک کا نام لین *

کافر تغلب سے اموال مسلمین کے مالک ہوجاتے ہیں" صحیح ہے اور آیات قرآن اور حدیث صحیح بخاری اس مذہب کے موید ہیں اور اسکا خلاف تغلب سے انکا مالک نہونا جوان چاروں اماموں سے صرف شافعی کا مذہب ہے اسپر کوئی صریح دلیل نہیں ہے۔ اور نہ اس مذہب پر چلنے والا ہندوستان میں کوئی نظر آتا ہے۔ بالجملہ ساکنین ہندوستان کے مذہب میں کافر تغلب سے مالک ہوجاتا ہے اور ہمارے مسئلہ ششم میں ہندوستان کے اہل مذاہب کو نزاع کا محل ہی نہیں ہے +

کافروں کے ملک اور شہر میں امن جتا کر غدر نہ کرنے کے حرام ہونے پر دلیل یہہ صریح حدیث صحیح بخاری وغیرہ کی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ

کان المغیرة بن شعبة صحب قوماً فی الجاهلیة فقتلهم واخذ اموالهم ثم جاء فاسلم فقال النبی صلے الله علیه وآله وسلم اما الاسلام فاقبل واما المال فلست منه فی شیء (رواه البخاری ص ۳۷۹ وفی روایة ابی داود ص ۲۵ جلد ۲) واما المال فانه مال غدر لاحاجة لنا فیه - وکان المغیرة قبل اسلامه

صحابی اپنی حالت کفر میں ہم مذہب قوم کے ساتھ ہوکر مصر میں گیا۔ وہاں کے بادشاہ (مقوقس) نے اون لوگوں سے احسان کیا اور مغیرہ کے احسان واکرام میں تصور کیا۔ اس سے مغیرہ کو رشک پیدا ہوا کیونکہ وہ ان کا ہم قوم نہ تھا لہذا جب وہ واپس ہوکر راستہ میں شراب پی کر مخمور ہوئے اور سو گئے تو مغیرہ نے اس حالت نشہ

صحب قوماً فی الجاهلیة من ثقیف
من بنی مالك لما خرجوا زائرین
المقوقس بمصر فاحسن الیهم وقصر
بالمغیرة فحصلت له الغیرة منهم لانه
لیس من القوم فلما کانوا بالطریق
شربوا الخمر فلما سکروا وناموا غدرهم
فقتلهم جمیعاً واخذ اموالهم فلما بلغ
ثقیفاً فعل المغیرة قد اعوا للقتال
فسعی عروة عم المغیرة حتی اخذوا
منهم دیة ثلاثة عشر نفساً واصطلحوا
فهذا هو سبب قوله ای غدر ثم جاء
الی المدینة فاسلم فقال لها ابو بکر ما
فعل المالکیون الذین کانو معك
قال قتلهم وجئت باسلابهم الی رسول
الله صلی الله علیه وسلم لتخمس
او یری فیها رائه فقال النبی صلی

غدر کیا - ان کو قتل کر ڈالا - اور اُن کا
مال لوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر اسلام
کا اظہار کیا - جس پر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے اسلام
کو تو ہم نے قبول کیا پر اس مال سے
ہم کو کچھ تعلق وحاجت نہین ہے -
کیونکہ یہ غدر کا مال ہے قسطلانی نے
مال غدر ہونے کی وجہ یہہ بیان
کی ہے کہ مال مشرکین (یعنے جو
لڑائی کے لایق ہون) اگرچہ تغلب و
تسلط اہل اسلام کے وقت مال غنیمت
کہلاتا ہے (جو حلال ہے) پر امن
کی حالت مین اس مال کا ان سے
جبراً لے لینا حلال نہین ہے - اور
جب انسان کسی کے ساتھ ہو کر چلتا

فاقبل ای اقبل واما المال فلست منه
فی شئ ای لا اتعرض له لکون اخذه
غدرا لان مال المشرکین وان کانت
مغنومة عند القهر فلا یحل اخذها
عند الامن فاذا کان الانسان
مصاحبا لهم فقد امن کل واحد
منهما صاحبه فسفك الدما واخذ
الاموال عند ذلك غدر والغدر
بالکفار وغیرهم محظور انتهی مختصرا
(قسطلانی صـ۳۵ جلـ۴)

مین تیرے جان و مال سے تعرض نہین
کرون گا - اور مین نے تجھے امن و
عہد دیا اس کے بعد اس کا خون بہانا
اور مال لوٹ لینا غدر ہے اور غدر
کافرون کے ساتھ کیون نہو حرام
ہے *

اس حدیث مین جب صرف ملکر راستہ
چلنے کو حکماً و معنیً امن و عہد ٹھہرا لیا اور
اس امن و عہد کے خلاف کو غدر قرار
دیا ہے تو عین ملک و بلاد کفار مین
جو ابتدا سے ان کے ملک ہون یا تغلب سے ان کے تسلط مین ہون امن جتا کر
رہنا اور اسمین امن و آزادی کے ساتھ عمر بسر کرنا کیونکر امن و عہد نہو گا اور اسکا
خلاف کیون نہ غدر قرار پائے گا *

مسئلہ چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کے نتایج

ان مسایل اربعہ اور ان کے دلایل کے نتایج بیان کرنے سے پہلے دو امر

امر اوّل یہ کہ ملک ہندوستان پر برٹش گورنمنٹ کا پورا قبضہ و تسلط ہے۔ کوئی ذی شوکت سلطنت اس قبضہ و تسلط کی مزاحم نہین ہے۔

امر دوم یہ کہ مسلمان جو ہندوستان مین اقامت گزین ہین تین قسم مین منقسم ہین ۔

قسم اوّل اسلامی ریاستون کے رئیس بااختیار (جیسے رئیس ٹونک۔ رئیس رامپور۔ رئیسہ بھوپال۔ رئیس حیدرآباد۔ وغیرہ)

دوم اُن رئیسون کی ماتحت رعایا۔

قسم سوم خاص برٹش گورنمنٹ کی رعایا جو کسی اسلامی ریاست کے ماتحت نہین۔

ان تینون اقسام سے ہر ایک قسم کا برٹش گورنمنٹ سے دوستی و ترک مقابلہ و لڑائی کا عہد ہو چکا ہے۔

قسم اول نے تو گورنمنٹ سے صریح لفظی اور حقیقی عہد لکھ دیا ہے کہ وہ گورنمنٹ سے کبھی مخالفت نکرین گے اور ہمیشہ اس کے مددگار رہین گے اور ایسا ہی اسوقت تک وہ کرتے رہے ہین قسم دوم کا عہد ان کے رئیسون کے عہد مین داخل و شامل ہے۔ یہ امر اس حدیث بخاری سے ثابت ہوتا ہے جس مین یہ ارشاد ہے کہ سبھی مسلمانون کا ذمہ ایک ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی سے عہد کر لے اور لڑنے مارنے سے امان دے تو اوروں کو

باب ذمة المسلمين وجوارهم واحدة

پس جو جانے کہ اعلیٰ طبقہ قوم کے رئیسون اور سردارون نے کسی کو عہد و امن
دیدیا ہو **قسم ثالث سے بعض اشخاص** کا توصریح لفظی اور حقیقی عہد ہوچکا ہے
یہ وہ لوگ ہین جو تحریراً و تقریراً حاضر و غائب خیرخواہی و وفاداری گورنمنٹ کا
دم بھرتے ہین اور ان کی خدمت و معاونت مین سرگرم ہین ان ہی لوگون مین
پنجاب کے اہلحدیث داخل ہین۔ جنہون سر ہنری ڈیوس صاحب بہادر کے
عہد لفٹننٹ گورنری مین بذریعہ ایک عرضداشت کے اس عہد کا اظہار کیا تھا
جبپر ۱۸۷۶ء مین پنجاب گورنمنٹ سے ایک سرکلر بھی ان کی تصدیق و تائید مین
مشتہر ہوا تھا۔ اور باقی تمام مسلمانون کا جنہون نے کبھی کچھ قلم یا مونہہ سے
عہد نہین کیا معنوی و حکمی عہد ہوچکا ہے اس عہد (حکمی و معنوی) سے کوئی
شخص سکان ہندوستان سے خالی نہین ہے۔ کیونکہ وہ سالہا سال سے امن جتاکر
گورنمنٹ کی رعایا کہلاکر امن و آزادی سے زیر حکومت گورنمنٹ اوقات بسر کر رہے
ہین نہ برملا مقابلہ و مخالفت کے وہ مدعی ہین اور نہ جاسوس بنکر دارالحرب کے
رہنے والون کی طرح خفیہ سکونت رکھتے ہین۔ بلکہ مغیرہ بن شعبہ سے (جسکا حال
بصفحہ (۴۴) بیان ہوا ہے) بڑھکر اپنی زبان حال سے عہد و امن کا اظہار کر رہے
ہین۔ امور واقعیہ کا بیان تمام ہوا۔ اب اصل نتایج کو بیان کیا جاتا ہے۔
ان مسایل (نمبر ۴ و ۵ و ۶ و ۷) سے اور ان کے دلایل سے بلحاظ ان دو امور
کے

تینون قسم کا (جب تک کہ وہ اپنے عہدون پر (لفظی و حقیقی ہون خواہ معنوی و حکمی اصلی ہون خواہ ضمنی) قایم رہین اور اس گورنمنٹ کے ماتحت رہین ۔ اور ان عہدون کو علانیہ طور پر اُٹھا کر یا حکومت گورنمنٹ سے باہر جا کر اپنے ارادہ مخالفت سے برملا گورنمنٹ کو اطلاع نہ دین) اس گورنمنٹ سے لڑنا یا اُن سے لڑنے والون کی (ان کے بھائی مسلمان کیون نہون) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے ٭

اس نتیجہ کو ناواقف اہل اسلام ملاحظہ فرما کر مد نظر رکھین اور صرف کفر کی نظر سے ہر ایک مخالف مذہب سے جنگ و مقابلہ کرنے کو شرعی جہاد نہ سمجھ لیا کرین ۔ عہد و امن والون سے لڑنا ہرگز شرعی جہاد (ملکی ہو خواہ مذہبی) نہین ہو سکتا ہے بلکہ عنا د و فساد کہلاتا ہے مفسدہ ۱۸۵۷ء مین جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے ۔ اکثر ان مین عوام کالانعام تھے بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین (قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ ۔ باخبر و سمجھ دار علماء امین ہرگز شریک نہین ہوئے اور نہ اس فتوی پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسد لئے پھرتے تھے انہون نے خوشی سے دستخط کئے ۔ اسکی تفصیل ہم اشاعة السنة نمبر ۱ جلد ۸ مین کر چکے ہین ۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی اسمعیل دھلوی جو

انگریزون سے (جنکے امن وعہد مین رہتے تھے) نہین لڑے اور نہ اس ملک
کی ریاستون سے لڑے ہین۔ اس ملک سے باہر ہوکر قوم سکھون سے (جو مسلمانون
کے مذہب مین دست اندازی کرتے تھے کیونکہ وہ انہیں اذان نہین کہنے دیتے تھے)
لڑے۔ اسکی تفصیل بھی از اپیل سید احمد خان صاحب سی۔ ایس۔ آئی کو رسالہ جواب ڈاکٹر
ہنٹر سے اشاعۃ السنۃ نمبر (۱) جلد (۵) مین گذر چکی ہے۔

دوسرا نتیجہ ان مسایل اور ان کے دلایل سے یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعد علم ان
مسایل کے کہ "مذہب اسلام مین اہل حرب کفار سے بھی دوستی وعہد جایز ہے اور
عہد والون سے لڑنا حرام ہے اور جس ملک پر کفار متسلط ہوجائین اسکے وہ
مالک ہوجاتے ہین اور کافرون کے ملک مین باامن رہکر یا امن جتاکر ان سے
لڑنا اور غدر کرنا حرام ہے" بعض خیرخواہان گورنمنٹ کا مسلمانون پر یہ گمان
کہ وہ جب کبھی قابو پائین گے گورنمنٹ پر تلوار چلائین گے اور جوان مین مذہب
کے پکے اور دعوے اسلام مین سچے ہین وہ اس کام مین سب سے پیش قدم
نکلین گے محض بہتان ہے۔ اس گمان کے مرتکب مدعیان خیرخواہی سلطنت
ان مسایل سے ناواقفی کے سبب یہ گمان رکھتے ہین تو اب وہ ان مسایل کو
پڑھکر اس بدگمانی سے باز آئین۔ اگر وہ دیدہ و دانستہ ان پر یہ تہمت لگاتے
ہین تو اس مین وہ اسقدر غور کرین کہ اس بدگمانی مین نہ صرف رعایا اہل اسلام کا
ضرر ہے۔ بلکہ اسکا اثر وضع سلطنت کو بھی پہنچتا [illegible]

بدگمانی رہیگی تو وہ کب محل اعتماد اور مورد خاص عنایت سلطنت ہون گے۔ اور کیونکر کشادہ دلی اور جوش سے اپنا فرض اطاعت و اعانت سلطنت کو ادا کرینگے اور سلطنت کے پاؤن بھی بے خدشہ و بے کہٹکے کب جمین گے۔ کیا اچھا کہا گیا ہے ؎

رعیت چو بیخ ست سلطان درخت　　درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

ایسا ہی ایک اور شعر ہے ؎

مراعات دہقان کن از بہر خویش　　کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

خیر خواہان ملک و سلطنت اب بھی اس بدگمانی کو دماغ سے نکال ڈالین۔ اور رعایا و سلطنت کو باہم شیر و شکر ہو کر ملک مین امن قایم کرنے دین ✤

مسئلہ ہشتم و نہم و دہم

(۸) کافر مسلمانون کے مذہب مین مزاحم بھی ہون۔ اور ان کا ملک ، حرب بھی ہو۔ اور ان سے کسی مسلمان رئیس یا رعایا کی دوستی و عہد بھی نہو۔ اور ان کے ملک و امن مین مسلمان رہتے نہ ہون ۔ تو ان شرطون اور صورتون مین بھی اُن سے جہاد تب ہی واجب و جایز ہے ۔ کہ مسلمانون مین ایسی جمعیت حاصل و جماعت موجود ہو جسمین انکو کسر شوکت اسلام کا خوف نہو۔ فتح و غلبہ

(۹) ان ہی شرطون اور صورتون مین ایک بڑی بھاری شرط شرعی جہاد کی یہ ہے کہ مسلمانون مین امام و خلیفہ وقت موجود ہو ✦

(۱۰) مسلمانون پر ایسی بھی مجبوری کی حالت جائز اور ممکن الوقوع ہے کہ نہ انکی کوئی جماعت ہو نہ ان کا کوئی امام و معہذا وہ گناہگار نہون - اور تارک فرض قرار نہ پائین شرح جمعیت قابل طمانیت دلیل خدا تعالی کا یہ قول ہے کہ خدا تعالی نے ایک کا ہزار سے مقابلہ کرنا تمکو معاف کر دیا ہے - اب اگر تم مین ایک سو صابر

الآن خفف الله عنكم وعلم ان فيكم ضعفا فان يكن منكم مائة صابرة يغلبوا مائتين وان يكن منكم الف يغلبوا الفين باذن الله والله مع الصابرين (انفال ع۹) واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم (انفال ع۹)

اشخاص ہون تو وہ دو سو کفار سے غالب آسکتے ہین" یعنے ایک سو دو سو کا مقابلہ کرے - اور یہ قول خداوندی کہ "لڑنے والون کے لئے جہانتک طاقت رکھو تیر اندازی اور گھوڑے بہم پہنچاؤ جس سے تم اپنے اور خدا کے دشمن کو ڈراؤ" ✦

فتاوی عالمگیری مین جو حنفی مذہب مین ایک مشہور و معتبر فتادی ہے لکھا ہے جواز عہد کے لئے دو شرطین ہین ایک یہہ کہ دشمن اطاعت قبول نکرے - اور وہ مسلمانون کے عہد و

اما شرط اباحة فشيئان احدهما

من الدین وعدم الامان والعہد بیننا وبینہم - والثانی ان یرجو الشوکة والقوة لاھل الاسلام باجتہادہ او باجتہاد من یعتقد فی اجتہادہ ورایہ وان کان لا یرجو القوة والشوکة للمسلمین فی القتال فانہ لا یحل لہ القتال لما فیہ من القاء نفسہ فی التہلکة - کذا فی محیط السرخسی (فتاوی عالمگیری)

ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکة - (بقرۃ ع ۲۳)

ہے کہ مسلمانوں کو اپنے غالب اور قتحیاب ہونے کی امید ہو - اور اگر مسلمانوں کو اپنی قوت اور شوکت کی امید نہو تو پھر ان کو لڑنا اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالنا ہے (یعنی جسکی نسبت قرآن مین یہ حکم ہے کہ اپنی جانون کو ہلاکت مین نہ ڈالو) ایساہی سرخسی کے محیط مین ہے -

اور کفایہ حاشیہ ہدایہ مین ہے کہ جہاد کی شرط یہ ہے کہ جہاد کرنے والے صاحب وسعت ہون اور دشمن کے ڈیفنس (مدافعت) کی طاقت رکھین - عجز وکمزوری کے ساتھ جہاد کا حکم نہین ہے - ایساہی مستخلص شرح کنز مین ہے -

والشرط فی ذلک ان یکون القایمون بہ من اھل الغناء والدفاع لان التکلیف لا یتاتی مع العجز - (کذا فی الکفایہ والمستخلص شرح کنز)

جہاد کے لئے امام کے موجود ہونے کی شرط پر یہ حدیث دلیل ہے

جو بخاری اور مسلم نے اپنی کتابوں مین نقل کی ہے کہ امام ڈھال

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم قال انما الامام جنۃ یقاتل من ورائہ ویتقی بہ (بخاری صفحہ ۴۲۹ مسلم صفحہ ۱۲۶)

ہے اسکی آڑ مین لڑین اور اسکو اپنا بچاؤ بنائین ۔

اس حدیث کی شرح مین امام نووی نے کہا ہے کہ امام مسلمانون کے لئے آڑ یا پردہ

انما الامام جنۃ ای کالستر لانہ یمنع العدو من اذی المسلمین ویمنع الناس بعضہم من بعض ویحمی بیضۃ الاسلام ویتقیہ الناس ویخافون سطوتہ ومعنی یقاتل من ورائہ ای یقاتل معہ الکفار والبغاۃ والخوارج وسایر اہل الفساد والظلم مطلقاً ۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۲۶)

کی مثل ہوتا ہے مسلمانون کو دشمنون کی تکلیف سے بچاتا ہے ۔ اس کی آڑ مین لڑنے کے یہ معنے ہین کہ اس کے ساتھ ہوکر کافرون سے (یعنے جو لڑنے کے لائق ہون) اور باغیون اور خارجیون وغیرہ اہل فساد وظلم سے لڑین ۔ اور ملا علی قاری نے مرقاۃ مین اس حدیث کی شرح مین کہا ہے ۔ کہ امام سے مراد خلیفہ وقت ہے یا جو اس کا تجویز کیا ہوا امیر ہو وہ سپر کی مانند ہوتا ہے ۔ جس کے

انما الامام ای الخلیفۃ او امیرہ جنۃ بضم الجیم کالترس فہو تشبیہ بلیغ یقاتل بصیغۃ المجہول من ورائہ بکسر المیم یاتی بہ بیان لکونہ جنۃ ای یکون امیر فی الحرب قدام القوم لیستظہروا بہ

آڑ مین لڑین اور اس کو اپنا بچاؤ بناوین یہہ اس کے سپر ہونے کا بیان ہے کیونکہ امام یا اس کا نائب امیر لڑائی مین قوم کے آگے ہوتا ہے ۔ لوگ اسی کی مدد اور قوت سے لڑتے ہیں ۔

ویقاتلوا بقوته کالترس للمترس والاولے ان یحمل علی جمیع الاحوال لان الامام یکون ملجأً للمسلمین فی حوائجهم دائماً (مرقاة ملا علی قاری)	اور اگر اسکو ہر حال مین (لڑائی ہو یا نہو) سپر کہین تو بہتر ہے کیونکہ امام مسلمانون کا ان کے سب کامون مین جائے پناہ ہوتا ہے ◆

ایساہی شیخ عبد الحق نے شرح مشکوة مین کہاہے اور مولوی محمد اسمعیل مرحوم دہلوی نے (جو گروہ اہلحدیث کے ایک ٹدی ممبر تھے) رسالہ منصب امامت مین احکام خلیفہ راشد کے بیان مین کہاہے وازانجملہ توقف عبادات شرعیہ بر موافقت امر او یعنے چنانکہ عبادات دینیہ وطاعات شرعیہ اگر مطابق سنت نبویہ باشد مقبول است والامردود ہمچنان صحت جمعہ واعیاد وجہاد وحدود وتعزیرات ہمہ متوقف است برامر امام قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم انما الامام جنة یقاتل من ورائه ویتقی به" اور اس مسئلہ کی تائید ان عبارات مین بھی موجود ہے جو سوال آئندہ کے جواب مین منقول ہونگی جن مین صاف تصریح ہے کہ جہاد کرنا امام ہی کا کام ہے -

یہان یہ سوال پیدا ہوتاہے کہ امام جس کو اس حدیث مین جہاد کے لیے شرط ٹہرایا گیاہے کسکو کہتے ہین اور اس مین کن کن اوصاف وشروط کا پایا جانا اسلام واہل اسلام نے ضروری قرار دیاہے - اور ان شروط واوصاف کا آج

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی کتابون مین امامت کے دو قسم بیان ہوئے ہین ایک چھوٹی امامت جو نماز کے پیش امام مین پائی جاتی ہے دوسری بڑی امامت جو خلیفہ وقت اور امام زمانہ مین پائی جاتی ہے ۔ اس حدیث مین وہی امام مراد ہے جسمین امامت قسم دوم پائی جاتی ہے ۔ کیونکہ اس حدیث مین لڑائی کے آگے ہونا اور مسلمانون کو ان کے دشمنون سے بچانا امام کا کام بیان کیا گیا ہے ۔ جو امام قسم اول کا کام نہین ہے ۔ اس امام قسم ثانی کے لئے کتب فقہ و عقاید مین بہت سی شرطین بیان ہوئی ہین جو ایک مدت سے یک قلم مفقود ہین ۔ در مختار مین ہے ۔ امامت دو قسم ہے چھوٹی اور بڑی ۔ بڑی امامت لوگون پر عام تصرف و اختیارات کے استحقاق کا نام ہے جسکی تحقیق علم کلام مین ہے ایسے امام کے لئے یہ شروط ہین کہ وہ مسلمان ہو ۔ غلام نہو ۔ مرد ہو ۔ عورت یا بچہ نہو عقلمند صاحب قدرت ہو اور قریشی ہو ۔ یہ شرط نہین کہ وہ خاص کر ہاشمی یا علوی ہو اور معصوم ہو ۔ چھوٹی

باب الامامة هي صغرى وكبرى فالكبرى استحقاق تصرف عام على الانام وتحقيقه في علم الكلام ونصبه اهم الواجبات فلذا قدموه على دفن صاحب المعجزات ويشترط كونه مسلماً حراً ذكراً عاقلاً بالغاً قادراً قرشياً لا هاشمياً علوياً معصوماً ۔ والصغرى

پیش امام کو مقتدیوں سے ہوتا ہے ؛

ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر مین ہے۔ مسلمانوں کے لئے ایسے امام کا ہونا

ان المسلمین لابدلهم من امام یقوم بتنفیذ
احکامهم واقامة حدودهم وسد
ثغورهم وتجهیز جیوشهم واخذ
صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة
وقطاع الطریق واقامة الجمع
والاعیاد وتزویج الصغار والصغائر
الذین لا اولیاء لهم وقسمة الغنائم
ونحو ذلك من الواجبات الشرعیة
التی لا یتولاها احاد الامة × × ثم
یشترط للامام ان یکون قرشیا لقوله
علیه السلام الائمة قریش وهو
حدیث مشهور ولیس المراد به
الامامة فی الصلوة اتفاقا فتعینت
الامامة الکبری خلافا للخوارج

ضروری ہے جو ان مین احکام اور
حدود شرعی کو جاری کرے اور انکی
سرحدوں کو محفوظ رکھے۔ اور انکے
لشکر تیار کرے اور ان سے زکوۃ وغیرہ
صدقات وصول کرے۔ اور ان پر
غلبہ پانے والوں اور چوروں اور
رہزنوں کو مغلوب کرے اور لیئے ہی
اور امور جنکو عام لوگ نہیں کر سکتے۔
× × × × پھر امام کے لئے یہہ
شرط ہے کہ وہ قریش ہو کیونکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
آئمہ قریش سے ہوں یہ حدیث مشہور
ہے۔ اور اسمین نماز کا پیش امام
بالاتفاق مراد نہیں ہے ۔ لہذا

الامام هاشميا او علويا او معصوما
× × × ويشترط ان يكون من
اهل الولاية المطلقة الكاملة بان
يكون مسلما حرا ذكرا عاقلا
بالغا سائسا بقوة رايه وروية بالغة
ومعونة بأسه وشوكته قادرا بعلمه
وعدالته وكفاية وشجاعته على
تنفيذ الاحكام وحفظ حدود الاسلام
وانصاف المظلوم من الظالم عند حدث
المظالم -

(شرح فقه اكبر صفحہ ۱۱۶)

وسلم ہوا - اسکا ہاشمی یا علوی یا معصوم
ہونا شرط نہین - اور اس مین یہ شرط ہے
کہ وہ عام اور کامل اختیارات کے لائق
ہو یعنے مسلمان ہو - غلام نہو - مرد
ہو - بچہ یا عورت نہو - صاحب سیاست
وتدبیر وفکر وشوکت وقدرت ہو - اپنی
علم وشجاعت عدالت سے احکام
جاری کرنے اور حدود اسلام کے
محفوظ رکھنے اور ظالم سے مظلوم کا
حق دلانے پر قادر ہو +

اور شرح مواقف مین ہے جمہور
علماء اسپر ہین کہ امامت کا مستحق وہ شخص ہے جسمین شروط ذیل پائی جاوین

المقصد الثانی فی شروط الامامة الجمهور
على ان اهل الامامة ومستحقها من
هو مجتهد فى الاصول والفروع ليقوم
بامور الدين متمكنا من اقامة الحجج

اول یہ کہ وہ مسایل اصول وفروع
مین خود مجتہد ہو جس سے وہ امور
دین کو قایم رکھے اور دینی عقاید پر
دلایل قایم کر سکے اور شبہات جو لوگونکو

مستقلا بالفتوی فی النوازل والاحکام
والوقایع نصًّا واستنباطا لان اھم
مقاصد الامامۃ حفظ العقاید
وفصل الحکومات ورفع المحاکمات
ولن یتم بدون ھذا الشرط و رایٔ
وبصارۃ بتدبیر الحرب والسلم
وترتیب الجیوش وحفظ الثغور
لیقوم بامور الملک شجاع قوی
القلب لیقوی علی الذب عن الحوزۃ
والحفظ لبیضۃ الاسلام بالثبات
فی المعارک کما روی انہ علیہ الصلوۃ
والسلام وقف بعد انہزام المسلمین
فی الصف قایلا انا النبی لا کذب ٭
انا ابن عبد المطلب ٭ ولا سہولۃ ایضاً
فی اقامۃ الحدود وضرب الرقاب و
قیل لا یشترط فی الامامۃ ھذہ الثلث
[illegible]

کر سکے۔ اپنے آپ احکام و حوادث
مین فتوی دے۔ نص قرآن و حدیث
سے خواہ اپنے اجتہاد و استنباط سے
کیونکہ عقاید اسلام کی محافظت اور
فصل خصومات و انفصال مقدمات امام
کے فرایض سے اہم از یاد ہ تر مقصود
فرض ہے جو بلا وجود شرط اجتہاد پورا
نہین ہو سکتا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ
وہ ملکی و پولیٹیکل معاملات مین صاحب
رائے ہو اور لڑائی و صلح و آراستگی
لشکر و محافظت حدود کی تدبیرون
سے واقف ہو جس سے وہ ملکی انتظام
کر سکے تیسری شرط یہ ہے کہ وہ دل کا
بہادر ہو جس سے وہ ممالک اسلام سے
دشمن کو ہٹا سکے اور جماعت اسلام کی اپنی
ثابت قدمی سے حفاظت کرے جیسا کہ
[illegible]

واذا لم يوجد كذلك فاما ان يجب
نصب فاقدها فيكون اشتراطها عبثا
لتحقق الامامة بدونها او يجب نصب
واجدها فيكون تكليفا بما لا يطاق ×
نعم يجب ان يكون عدلا فى الظاهر
لئلا يجور فان الفاسق ربما يصرف
الاموال فى اغراض نفسه فيضيع الحقوق
عاقلا ليصلح للتصرفات الشرعية والملكية
بالغا لقصور عقل الصبى ذكرا اذ النساء
ناقصات العقل والدين حرا لئلا يشغله
خدمة السيد عن وظائف الامامة
ولئلا يحتقر فيعصى فان الاحرار ربما يأنفون
العبيد ويستنكفون عن طاعتهم فهذه
الصفات الثمانى والخمس شروط
معتبرة فى الامامة بالاجماع وفيه
اشارة الى ان القول لعدم اشتراط

جنگ سے لوگوں کے بھاگ جانے کے
بعد آپ تنہا کھڑے رہے اور یہہ فخریہ
اور بہادرانہ کلمات فرماتے تھے ؑ میں نبی
ہوں اسمیں جھوٹ نہیں ہے۔ میں
عبدالمطلب کا بیٹا ہوں" اور نیز شرعی
حدود (سزاؤں) کا قایم کرنا اور
قصاص ومقابلہ میں مجرموں اور ظالموں
کی گردن مارنا کوئی ایسا کام نہیں جسکو
بزدل کر سکے - بعض علمار کا یہ قول
ہے کہ امام میں ان تین شرایط کا وجود
ضروری نہیں کیونکہ یہ صفات اسوقت
اکٹھی کسی شخص میں پائی نہیں جاتیں پھر
اگر ان شرایط سے معرا امام کا مقرر
کرنا واجب ٹھہرایا جائے تو ان شروط کا
اعتبار عبث ہوتا ہے اور اگر ان شرایط کا
جامع امام کا مقرر کرنا واجب ٹھہرایا جائے

وهنا صفات اخری فی اشتراطها
خلاف الاول ان یکون قرشیا اشترطه
الاشاعرة والجبائیان ومنعه للخوارج
وبعض المعتزله لنا قوله علیه السلام
الائمة من قریش ثم ان الصحابة
عملوا بمضمون هذا الحدیث فان ابابکر
استدل به یوم السقیفه علی الانصار
حین نازعوا فی الامامة بمحضر من
الصحابة فقبلوه واجمعوا علیه
فصار دلیلا قاطعا یفید الیقین
باشتراط القرشیة احتج المانعون
من اشتراطها بقوله علیه السلام اسمع
والطاعة ولو عبدا حبشیا فانه یدل
علی ان الامام قد لا یکون قرشیا -
قلنا ذلک الحدیث فیمن امره الامام
ای جعله امیرا علی سریة او علی غیرها

جو طاقت سے باہر ہے - ہان بجائے
ان شرایط کے شرایط ذیل کا اعتبار ضرور
ہے (١) بحسب ظاہر عادل ہو کیونکہ
فاسق (ظالم) لوگون کے مال اغراض
فاسدہ مین صرف کرتا ہے اور حقوق کو
تلف کرتا ہے (٢) وہ عاقل ہو جو
شرعی اور ملکی تصرفات کی لیاقت رکھے
(٣) وہ حد بلوغت کو پہنچا ہو کیونکہ لڑکے
کی عقل ناقص ہوتی ہے (٤) وہ عورت
نہو کیونکہ عورتین عموماً ناقص العقل ہوتی
ہین (٥) وہ آزاد ہو - کیونکہ غلام
اپنے مالک کی خدمت سے فارغ نہین
ہوتا تو وہ خلافت کا کام کیونکر کرے گا
یہ صفتین (پہلی تین ملاکر) آٹھ یا
صرف آخری پانچ بالاتفاق امامت
کی شرایط ہین - مصنف کے اس

بينه وبين الاجماع ونقول هو مبالغة
على سبيل الغرض ويدل عليه انه
لا يجوز كون الامام عبداً اجماعا الثانية
من تلك الصفات ان يكون هاشميا
شرط الشيعة . الثالثة ان يكون
عالما بجميع مسايل الدين اصولها و
فروعها بالفعل لا بالقوة وقد شرطه
الامامية الرابعة ظهور المعجزة اذ به
يعلم صدقه في دعوى الامامة و
العصمة وبه قال الغلاة ويبطل هذه
الثلثة واشتراطها في الامامة
انا ندل عنقريب على خلافة ابي بكر
رضي الله عنه وكونه اماما حقا و
لا يجب شيء مما ذكر من تلك الاوصاف
فان كونه هاشميا ممتنع والاخيران لا
يجبان له اجماعا الخامسة ان يكون

شرط ٹھہرانا لایق التفات نہین ہے -
خلافت مین بعض صفات ایسی ہین
جنکے شرط ہونے مین بعض لوگون کو
اختلاف ہے پہلی شرط خلیفہ کا
قریشی ہونا اشاعرہ اسکو شرط ٹھہراتے
ہین - خارجی اور بعض معتزلی اس سے
انکاری ہین - ہماری دلیل شرط ہونے پر
آنحضرت کا یہ قول ہے کہ امام قریش سے
ہونے چاہئین - پھر اس قول آنحضرت
پر آنحضرت کے اصحاب نے عمل کیا ہے
جبکہ سقیفہ کے دن انصار نے امامت
مین جھگڑا کیا تھا تو حضرت ابوبکر نے اس
قول سے تمسک کیا جسکو سب نے تسلیم
کرلیا اور اسپر اتفاق کیا یہ اتفاق
اثبات پر یقینی دلیل ہے کہ قریشی ہونا
شرط خلافت ہے جو لوگ اس شرط کو نہین

لئے حکم دیا ہے کہ امیر یا حاکم کا حکم مانو اگرچہ وہ حبشی غلام ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی امام قریشی نہیں بھی ہوتا	وتبطلہ ان ابا بکر لا یجب عصمتہ اتفاقاً مع ثبوت امامتہ (شرح مواقف صلاحہ)

اسکے جواب مین ہم کہتے ہین یہ حدیث اس حاکم یا امیر کی نسبت ہے جسکو قریشی امام وقت نے کسی لشکر یا کسی جگہ کا امیر بنا دیا ہو اس حدیث کے یہی معنے کرنا چاہیے تا کہ اس حدیث مین اور اُن احادیث مین جو قریش کو امامت کے لئے مخصوص کرتے ہین تعارض نہو یا یون کہین کہ یہ فرضی طور پر مبالغہ کیا گیا ہے اسلئے کہ حقیقۃً غلام بالاتفاق امام نہین ہو سکتا۔ دوسری شرط اختلافی امام کا ہاشمی ہونا ہے اسکو شیعہ شرط ٹہراتے ہین تیسری شرط یہ ہے کہ وہ مسایل اصول و فروع کو دم نقد جانتا ہو زہر ف ملکہ رکھتا ہو۔ امامیہ نے یہ چوتھی بھی شرط کی ہے کہ امام صاحب معجزہ ہو جس سے اسکے دعوی کی تصدیق ہو۔ ان شروط کے ناجایز ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ہم عنقریب صدیق اکبر کی خلافت بدلایل ثابت کرینگے جنمین یہہ شرطین پائی نہین گئین پانچوین شرط یہہ ہے کہ امام معصوم ہو یہ شرط امامیہ اور اسماعیلیہ نے لگائی ہے اور اسکا ابطال بھی اس سے ظاہر ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت بدلایل ثابت ہے اور وہ معصوم نہ تھے۔

شرح [illegible]

فان قیل لو وجب نصب الامام لزم
اطباق الامة فی اکثر الاعصار
علی ترک الواجب لانتفاء الامام
المتصف بما یجب من الصفات
سیما بعد انقضاء الدولة العباسیة
واللازم منتف لان ترک
الواجب معصیة وضلالة والامة
لاتجتمع علی الضلالة قلنا انما یلزم
الضلالة لو ترکوه عن قدرة واختیار
لا عجز واضطرار (شرح مقاصد)

یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ ایسی صفات
کا امام تو ایک مدت سے (جب سے کہ
خلفاء عباسیہ کی خلافت تمام ہوئی
ہے) مفقود ہو چکا ہے پھر اگر ایسے
امام کا مقرر کرنا مسلمانوں پر واجب
ہے تو امت محمدیہ کا تارک واجب اور
گناہگار ہونا لازم آیا۔ پھر اسکا یہہ
جواب دیا ہے کہ امت کا گناہگار یا تارک
واجب ہونا تب لازم آتا جبکہ وہ قدرت
واختیار کے ساتھ امام مقرر نہ کرتے جب وہ
ایسے امام کے مقرر کرنے سے عاجز و ناچار ہین تو وہ تارک واجب و گناہگار کیونکر
ہو سکتے ہین +

اس زمانہ مین ایک عالم اہلحدیث ابو حفص محمد بن ابی احمد
المدنی الحسینی نے ایک کتاب موسوم بحسن المساعی الی نصح الرعیة
[illegible]

ایساہی اور متکلمین ومحدثین متقدمین ومتاخرین نے ان شروط کو بیان کیاہے اور عقلی ونقلی دلایل سے اسکا ثبوت دیا ہے ۔ علی الخصوص قریشی ہونے امام کی شرط کہ اس کی ثبوت پر کتب حدیث مین بہت زور دیا گیا ہے ۔ لہذا ہم بھی اسکی تائید مین چند احادیث واقوال محدثین کو نقل کرنا مناسب سمجھتے ہین ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ نے آپ سے نقل کیا ہے ۔ (١) امام (خلفا) قریش سے ہونگے یا ہونے چاہئین ۔ اور (٢) آپ نے فرمایا ہے چنانچہ ابوہریرہ نے نقل کیا ہے ملک یعنی خلافت (٣) چنانچہ عتبہ بن عبدان کی روایت مین آیا ہے (قریش کے لئے ہے اور (٤) آپ نے فرمایا ہے (چنانچہ حضرت علی مرتضی نے روایت کیا ہے (امیر قریش سے ہین (یا ہونے چاہئین) نیکوکار نیکون کے لئے بدکار بدکارون کے لئے ۔

اور (٥) آپ نے فرمایا ہے (چنانچہ ابوہریرہ رض

(١) الایمة من قریش (امام احمد طبرانی ابو یعلی)

(٢) الملك فی قریش (ترمذی)

(٣) الخلافة فی قریش (امام احمد)

(٤) الامراء من قریش ابرارها امراء ابرارها وفجارها امراء فجارها (البزار) (تاریخ الخلفاء شیخ جلال الدین سیوطی شافعی)

(٥) الناس تبع لقریش فی هذا الشان مسلمهم لمسلمهم وكافرهم لكافرهم (صحیح مسلم ص١١٩ جلد ٢)

من الناس اثنان۔ (مسلم ۱۱۹ و
بخاری ۱۰۰۱ واللفظ لمسلم)
(۷) ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیہم
احد الا کبہ اللہ علی وجہہ ما اقاموا
الدین (بخاری ۱۰۰۱)۔

امر (خلافت) مین قریش کے تابع ہین۔
مسلمان مسلمانون کے کافر کافرون کے
(٦)
اور آپ نے فرمایا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ
بن عمر نے نقل کیا ہے یہ امر (خلافت)
ہمیشہ قریش کے لئے رہے گا (یعنے)
وہی اسکے مستحق ہون گے جبتک کہ دو آدمی بھی دنیا مین رہین ٭
(۷)
اور آپ نے فرمایا ہے (چنانچہ امیر معاویہ نے آپ سے نقل کیا ہے) یہہ امر
(خلافت) قریش مین رہے گا۔ جو کوئی ان سے دشمنی (یا مقابلہ) کریگا خدا اسکو
مونہہ کے بل ڈالے گا جب تک کہ وہ دین کو قایم رکھین گے۔

صحیح مسلم کی شرح مین امام نووی نے فرمایا ہے یہہ حدیثین اور جو انکی
مثل مین اسبات پر دلیل ہے کہ خلافت قریش سے مخصوص ہے بجز قریش
کسی کے لئے عقد خلافت جائز نہین ہے اسپر صحابہ کے زمانہ مین اور ان کے

ھذہ الاحادیث واشباھہا دلیل ظاہر
ان الخلافۃ مختصۃ لقریش لا یجوز
عقدھا لاحد من غیرہم وعلی ھذا
انعقد الاجماع فی زمن الصحابۃ و

بعد اجماع ہو چکا ہے اور جنہی اہل بدعت
(خوارج و معتزلہ) نے اسمین اختلاف
کیا ہے وہ باجماع صحابہ و تابعین
احادیث صحیحہ سے مغلوب ہے قاضی

اهل البدع او عرض بخلاف من غيرهم
فهو محجوج باجماع الصحابة والتابعين
فمن بعدهم بالاحاديث الصحيحة
قال القاضي اشتراط كونه قرشيا هو
مذهب العلماء كافة قال وقد احتج به
ابوبكر وعمر على الانصار يوم السقيفه
فلم ينكره احد قاضي القاضي وقد
عدها العلماء في مسايل الاجماع ولم
ينقل عن احد من السلف فيها قول
ولا فعل يخالف ما ذكرنا وكذلك من
بعدهم في جميع الاعصار قال ولا
اعتداد بقول النظام ومن وافقه من
الخوارج واهل البدع انه يجوز كونه من
غير قريش ولا بسخافة ضرار بن عمرو
في قوله ان غير القرشي من النبط وغيرهم
يقدم على القرشي لهوان خلعه ان

ہونے کی شرط تمام علماء کا مذہب ہے
اس سے ابوبکر صدیق نے سقیفہ کے
دن استدلال کیا تو کسی نے اسکو رد
نہین کیا قاضی عیاض نے فرمایا ہے
کہ اس مسئلہ کو علماء نے اجماعی مسایل
سے شمار کیا ہے اور سلف و خلف سے
اسکا مخالف کوئی قول یا فعل منقول
نہین ہوا۔ اور فرمایا ہے کہ نظام
(معتزلی) اور اسکے ہم مذہب خارجیون
اور بدعتیون کے اس قول کا کہ غیر قریش
بھی امام ہوسکتا ہے،، کچھ اعتبار نہین
ہے۔ اور نہ ضرار بن عمرو کی اس حماقت کا
اعتبار ہے جو اسکے اس قول مین پائی
جاتی ہے کہ غیر قریش (نبطی وغیرہ)
امام ہو تو وہ قریش سے مقدم ہے۔
کیونکہ اسکو خلافت سے برطرف کرنا

باطل القول وزخرفه مع ماهو عليه من مخالفة اجماع المسلمين - والله اعلم (شرح مسلم نووی صـ۱۱۹ جلد۲)

موجب بر طرفی سرزد ہوا اسکا یہہ قول باطل ہے اور طمع اور تمام مسلمانون کے برخلاف ہے"۔

عمدۃ القاری اور فتح الباری شروح صحیح بخاری مین لکھا ہے کہ امام قرطبی نے

قال القرطبی هذا الحديث خبر عن المشروعية ای لا ينعقد الامامة الكبری الا لقريش مهما وجد منهم احد وكانه جنح الی انه خبر بمعنے الامر (عینی و فتح الباری)

فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم کا یہہ قول کہ خلافت قریش مین رہیگی خلافت کے حکم شرعی کا بیان ہے کہ بجز قریش خلافت کسی کے لئے صحیح نہوگی جب تک کہ کوئی ایک ان مین سے موجود رہے گا۔

ان کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس خبر کے بمعنے امر ہونے کیطرف مایل ہوئے ہین"۔

اس تفصیل سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہوگا کہ امام جسکو اس حدیث مین شرط جہاد یا سپر ٹہرایا گیا ہے کسکو کہتے ہین اور اس مین کن کن شرائط و اوصاف کا ہونا ضروری ہے - اور اسکے ساتھ ہی یہہ بھی معلوم ہوگا کہ ایسا امام آجکل کیا ایک مدت سے روی زمین سے مفقود ہے اور آیندہ بھی بنظر ظاہر اسباب و حالات اسکا موجود ہونا مشکل نظر آتا ہے گو خداوند کریم کی قدرت مین

مسلمانون کے بحالت ناچاری بلا امام رہنے اور معہذا گناہ
گار یا ناقص الایمان نہونے پر دلیل یہ حدیث ہے جو امام بخاری نے
اپنی کتاب مین اس عنوان کہ جب مسلمانون کی کوئی جماعت نہ ہے " کے باب مین
حذیفہ سے نقل کی ہے کہ انہون نے فرمایا ۔ لوگ آنحضرت صلعم سے بھلائی کا
حال پوچھتے تھے مین آپ سے برائی کا
حال پوچھتا رہا اس ڈر کے مارے کہ
وہ برائی مجھے نہ آلگے مینے پوچھا یارسول
اللہ ہم ایک زمانہ جاہلیت (کفر) اور
برائی مین ہے ۔ پھر خدا تعالے یہہ
خیر (اسلام) لایا اس خیر کے بعد بھی
برائی آنے والی ہے ؟ آنحضرت صلعم
نے فرمایا ہان مینے عرض کیا اس
برائی کے بعد بھی خیر آئیگی آپ نے
فرمایا ہان پر اسمین دہندلاپن ہوگا ۔
مینے عرض کیا وہ کیا ہے ؟ آپ نے
فرمایا ایسی قوم پیدا ہوگی جو میری راہ

باب کیف الامر اذا لم تکن جماعة حدثنا
محمد بن المثنی قال حدثنا الولید بن
مسلم قال حدثنا ابن جابر قال
حدثنی بسر بن عبید الله الحضرمی
انه سمع حذیفة بن الیمان یقول ۔
کان الناس یسئلون رسول الله صلی
الله علیه وآله وسلم عن الخیر
وکنت اسئله عن الشر مخافة ان یدرکنی
فقلت یا رسول الله صلعم انا کنا فی
جاهلیة وشر فجاءنا الله بهذا الخیر
فهل بعد هذا الخیر من شر قال نعم
قلت وهل بعد ذلک الشر من خیر

قال قوم یهدون بغیر هدیی تعرف
منهم وتنکر قال قلت فهل بعد ذلك
الخیر من شر قال نعم دعاة علی
ابواب جهنم من اجابهم الیها قذفوه
فیها قلت یا رسول الله صفهم لنا قال
هم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا
قلت فما تامرنی ان ادرکنی ذلك قال
تلزم جماعة المسلمین وامامهم قلت فان
لم یکن لهم جماعة ولا امام قال فاعتزل
تلك الفرق کلها ولو ان تعض باصل
شجرة حتی یدرکك الموت وانت
علی ذلك - (صحیح بخاری ص۱۰۴۹
صحیح مسلم ص۱۲۷ جلد۲ وغیره

اچھی باتیں بھی پاؤگے بُری بھی مینے
عرض کیا اس خیر کے بعد بھی برائی
ہوگی آپ نے فرمایا ہاں دوزخ کے
دروازہ پر بُلانے والے لوگ ہونگے
جنسے ان کا کہنا مانا اسکو وہ جہنم میں
پھینک دینگے - مینے عرض کیا یارسول
اللہ آپ ان کا کچھ حال بیان فرمادیں
آپ نے فرمایا وہ ہم میں سے ہونگے
اور ہماری ہی بولی بولیں گے (یعنے
کلمۂ الاسلام کہیں گے) مینے عرض
کیا یارسول اللہ آپ کیا حکم دیتے ہیں
اگر مجھ پر وہ دن آئے آپ نے فرمایا
تم مسلمانوں کی جماعت اور امام کے ساتھ
ہوجاؤ - مینے عرض کیا یارسول اللہ اگر کوئی جماعت اور امام نہو توآپ نے
فرمایا کہ پھر سب فرقوں سے کنارہ ہوجائیو اگرچہ درخت کی جڑ دانت سے
کاٹے (یعنے کھانے کے لئے بجز درخت کچھ نہ ملے) اسی پر ہیو یہانتک کہ

مسئلہ ہفتم و ہشتم و نہم کے نتائج

(۱) اکثر اوقات جو بعض ناواقف مسلمان بلا جمعیت و سامان سو پچاس بلکہ دس بیس بلکہ دو چار آدمی ملکر اپنے سے وہ چند مخالفین مذہب پر حملہ کرتے ہیں۔ اور اپنی کمی اور بے سامانی کے سبب شکست کھا کر پس پا ہوتے ہیں اور بعض اسی میں مارے جاتے ہیں ان کا یہ فعل جہاد نہیں ہے سراسر فساد ہے خواہ اس میں باقی شروط جہاد موجود بھی ہوں اور کوئی مانع منجملہ موانع مذکورہ سابق متحقق نہو۔

بعض سرحدی نادان ناواقف از احکام اسلام و قرآن تن تنہا ایک سر آٹا یا ستو باندھ کر غازی یا شہید ہونے کی نیت سے چل پڑتے ہیں۔ اور کسی کیمپ یا چھاونی انگریزی میں پہنچکر کسی افسر یا فوجی ملازم کو مار ڈالتے ہیں پھر اسکی سزا میں پھانسی پاتے ہیں یہ اور بھی فساد و بغاوت اور عناد ہے۔ ایسی صورتوں سے اپنی جان کو ہلاک کرنا حرام موت مرنا ہے۔ اور بہشت کی خوشیوں سے محروم رہنا۔ اور ایسے فسادوں کو جہاد سمجھنا اور اسمیں شہادت کی ہوس کرنا سراسر جہالت و حماقت ہے۔

(۲) شرعی جہاد تب ہی مفقود ہے جب سے شرعی امامت و خلافت دنیا سے

شرائط و اوصاف امامت ان مین پائے جاتے تھے اُکی لڑائیون کو جو بنام نہاد جہاد انہون نے کین ہین شرعی جہاد نہین کہا جا سکتا ۔

یہ نتیجہ فقہاء و محدثین متقدمین و متاخرین مین مسلّم ہے۔ گو اس کی دلیل انہون نے یہ بیان کی ہے کہ ان کی غرض اس جہاد سے وہ نہ تھی جو شرعی جہاد سے غرض ہے۔ (دیکھو تاریخ عجائب المقدر تاریخ الخلفا۔ رسالہ منصب امامت مولوی محمد اسمعیل مرحوم دہلوی اور بدر طالع قاضی محمد بن علی شوکانی وغیرہ تصانیف متقدمین و متاخرین)۔

ان دو نتیجون سے یہ ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہین ہے۔ کیونکہ اسوقت نہ کوئی مسلمانون کا امام موصوف بصفات و شرائط امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت و جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفون پر فتحیاب ہونے کی امید کر سکین ۔

ہم جب کبھی بعض اخبارات مین یہ خبر دیکھتے ہین کہ سلطنت روم یا ریاست افغانستان وغیرہ بلاد اسلام سے جہاد کا اشتہار دیا گیا ہے تو ہمکو سخت تعجب ہوتا ہے اور اس خبر کا یقین نہین آتا۔ اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسوقت روئے زمین پر امام کہان ہین جسکی پناہ مین اور اسکے امر و اجازت سے مسلمان جہاد کر سکین

متحیاب ہونے کی امید رکھین -

(۲۳) مسلمانون کی موجودہ حالت کہ اُنمین نہ کوئی امام ہے اور نہ جمعیت سامان جہاد انکو حاصل و میسر ہے" بالکل قابل اطمینان ہے علے الخصوص حالت مسلمانان ہند (جنکو موجودہ سلطنت کے ظل حمایت مین مذہبی آزادی پوری حاصل ہے) اور بھی طمانیت بخش ہے اس حالت پر نہ مسلمانون کو اپنے دین کے نقصان یا گناہ کا خوف کرنا چاہئیے اور نہ ان کے حاکم وقت برٹش گورنمنٹ کو ان کی طرف سے یہ خوف رکھنا چاہئیے کہ وہ اپنی اس حالت کو نقصان و گناہ کی حالت سمجھکر اس حالت کو بدلانے اور اپنے لیئے کوئی امام یا سامان جہاد بہم پہنچانے مین سعی کرین گے - اور کبھی نہ کبھی گورنمنٹ کے مخالف ہوجائین گے - یہ خوف و یقین کا اسوقت بجا تھا جبکہ جہاد اسلام کا اصلی فرض ہوتا اور تقرر امام کے سوا مسلمانون کا اسلام صحیح یا کامل نہوتا -

اور جبکہ ان باتون کی اس رسالہ مین اول و اخیری مسئلہ مین بخوبی نفی ہوچکی ہے تو اس خوف کا مسلمانون یا گورنمنٹ کو کون سا موقع و محل ہے -

یہ مسئلہ جہاد کے متعلق اسلام و اہل اسلام کے علمی خیالات ہین - رہی ان کے عملی حالات اور تاریخی واقعات کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام اور ان کے پیروان کرام کا عمل ان خیالات کے مطابق کیونکر رہا ہے - اور ان کی لڑائیون اور جہادیون مین ان شروط و مسایل کا تحقق کیونکر ہوا ہے اسکی تفصیل ہم اس

رسالہ کے دوسرے حصہ مین کرینگے ۔ اگر توفیق الٰہی رفیق ہوئی ✦

ان مسایل عشرہ سے جو اس حصہ مین بیان ہوئی ہین ہماری وہ دو غرضین جنکو ہم شروع رسالہ مین بیان کر چکے ہین بخوبی حاصل ہونگے ۔

ناواقف مسلمانون کو ان مسایل کے پڑھنے سے یہ علم ہوگا کہ جہاد کی بنا صرف مذہبی مخالفت پر نہین ہے اور ہر ایک مخالف مذہب سے بلا تحقیق شروط جہاد جائز نہین ۔ علی الخصوص ان مخالفین مذہب سے جنکے ظل حمایت مین مسلمان ہین یا ان کے ساتھ ملکر باامن عمر بسر کرین ✦

اور اقوام غیر کو اگر وہ اس رسالہ کو انصاف سے پڑہین یہ یقین ہوگا کہ صرف مخالفت مذہبی سے مخالفین مذہب سے لڑنا ۔ اور انکو زبردستی مسلمان بنانا اور بزور شمشیر اسلام پھیلانا اور سلطنت مخالف مذہب کی اطاعت سے خارج ہوجانا اور سلطنت غیر مذہب کے زیر سایہ رہکر اسکی بغاوت کا خیال دل مین لانا وغیرہ وغیرہ اسلام و سچے پیروان اسلام کا کام نہین ہے ۔

ہم علماء مذاہب غیر سے جو اسلام کی نسبت ایسے خیالات ظاہر فرما چکے ہین بکمال ادب و اخلاص درخواست کرتے ہین کہ وہ اس حصہ رسالہ کو غور و انصاف سے ملاحظہ فرماوین پھر اگر اسکو حق و راستی پر مبنی پائین تو اسکی تصدیق و تسلیم سے ہمکو اپنا ممنون بناوین اور اگر اسمین کوئی غلطی پاوین تو ہمکو اسپر آگاہ کرین فقط

تمت